فاتح قطبین

اردو اکیڈمی سندھ کراچی

فاتح قطبین

ایڈمرل رچرڈ ایولین برڈ

فاتح قطبین

ایڈمرل رچرڈ ایولین برڈ

مصنّف

الفرڈ اسٹائن برگ

مترجم

محمد طارق محمود

اردو اکیڈمی سندھ کراچی

باراوّل جون ۱۹۷۰
تعداد ۳۰۰۰ ہزار
مطبوعہ باب الاسلام پرنٹنگ پریس کراچی۔

فہرست مضامین

پہلا باب

لڑکپن کے خواب

جب وہ لوگ انٹارکٹکا کے اس عظیم یخ بستہ سفید براعظم میں پہونچے جہاں تیز طوفانی ہواؤں کا شور ابدی سکوت سے نبرد آزما تھا تو ۱۹۵۵ء کا دسمبر ختم ہو رہا تھا۔ یہ امریکی مہم جو سیاحوں کی ایک ٹولی تھی جو ایک طویل فاصلہ طے کرکے بڑے کٹھن سفر کے بعد یہاں تک آئی تھی۔ ان کو نہ تو موسم کی شدت کی پرواہ تھی نہ راستہ کی دشواریوں کا خوف کیونکہ وہ یہاں بہت اہم مقصد لے کر آئے تھے۔ اس جگہ ان کو اپنے وطن کے نام ایک مستقر معنون کرنا تھا جس کا نام لٹل امریکہ پنجم [Little America V] تجویز ہوا تھا۔ اس جماعت کا کوئی فرد اگر اپنی وضع قطع تیور اور انداز سے سربراہ معلوم ہوتا تھا تو وہ ایک چھریرے جسم اور چمکدار نیلی آنکھوں والا خوش رو آدمی تھا جس کا نام ایڈمرل رچرڈ ایولین برڈ [Admiral Richard Evelyn Byrd] تھا۔ یہ وہی برڈ تھا جس کا نام آج امریکہ کے ان مہم جو سیاحوں میں سرفہرست آتا ہے جنھوں نے دنیا کے ان دیکھے علاقے دریافت کئے ہیں۔ اور اس سرد طوفانی موسم میں اس مہم جو جماعت کے یہاں تک پہنچنے میں بھی اسی شخص کی کوشش، قوت ارادی اور رہبرانہ قوت کا دخل تھا۔

جہاں وہ لوگ کھڑے تھے اس جگہ سے برڈ کی کئی یادیں وابستہ تھیں۔ یہاں سے قطب جنوبی تقریباً آٹھ سو میل دور تھا۔ آج سے کوئی تیس برس پہلے اسی جگہ سے برڈ قطب جنوبی پر تاریخ کی پہلی انسانی پرواز کے لئے روانہ ہوا تھا جس سے اس کا دوام جریدۂ عالم پر ثبت ہو گیا تھا۔ ان تیس برسوں میں اس نے اس وسیع ویرانے کے کئی پھیرے کئے تھے۔ موجودہ مہم سے پیشتر چار مہموں پر اس نے لٹل امریکہ نامی چار مستقر اپنے ملک کے نام پر قائم کئے تھے۔ اسی کی بدولت انٹارکٹکا کا راستہ تحقیق کرنے والوں کے لئے کھل گیا تھا اور اس سرد براعظم کے منجمد راز انسانی نگاہوں کی حرارت سے پگھل اٹھے تھے۔ اور اس وقت جبکہ طوفانی ہوا میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا ستاروں اور پٹیوں والا جھنڈا مستول پر پھڑپھڑا رہا تھا تو برڈ ہی اونچے جوتے اور کنٹوپ پہنے ہوئے اس کو بڑے فخر سے سلامی دے رہا تھا جو اس نے ۱۹۲۸ء کی مہم میں پہنے تھے۔

ان پرانی چیزوں کی برڈ کے نزدیک محض جذباتی اہمیت نہیں تھی یہ عمل جذبات کے اظہار سے کہیں زیادہ پُرمعانی تھا نصف صدی پیشتر برڈ نے اپنے ملک کے واسطے ایک براعظم دریافت کرنے کا جو خواب دیکھا تھا یہ جوتا اور کنٹوپ اُس کی تعبیر پانے کی طویل جدوجہد کی علامت تھے۔ وہ جانتا تھا کہ اب جلد ہی اس مستقر کے علاوہ چھ اور اڈے بھی اس علاقہ میں تعمیر ہوں گے جن میں سے ایک عین قطب جنوبی پر ہوگا۔ اور ان میں سے بعض کی مستقل حیثیت ہوگی تاکہ اس سرزمین پر اس کے وطن کا دعویٰ قائم رہے۔ اسے ایک اور اہم بات پر بھی فخر تھا گیارہ دوسرے ملکوں کے سینکڑوں سائنسداں بھی یہاں پہنچ کر گلشیات (Glaciology) مقناطیسیت موسمیات، فلکیات اور دیگر ارضی علوم میں اس کی شروع کی ہوئی تحقیقات کو آگے بڑھائیں گے۔

برسوں پہلے جب برڈ نے اپنی مہماتی سیاحت شروع کی تھی تو دنیا بھر میں اس کا نام "ایڈمرل آف انٹاکٹکا" امیر البحر قطب جنوبی مشہور ہوگیا تھا چونکہ اس نے قطب شمالی اور قطب جنوبی دونوں کا سفر کیا تھا اس لئے بعض حلقوں میں اسے "دنیا کے آخری سروں کا امیر البحر (Admiral of the Ends of the Earth) بھی کہا جاتا تھا۔ اس کا نام ہم جوئی، جرأت آزمائی اور شجاعت کی علامت بن گیا تھا۔

مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ ایڈمرل برڈ کے خاندانی پس منظر کو دیکھتے ہوئے کوئی یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایک روز وہ مہم جو سیاح کی حیثیت سے دنیا بھر میں مشہور ہو جائے گا۔

رچرڈ ایولین برڈ امریکہ کی ریاست ورجینیا کے قصبے ونچسٹر میں ۲۵ اکتوبر ۱۸۸۸ء کو پیدا ہوا۔ ورجینیا میں برڈ خاندان کی تاریخی حیثیت مستحکم تھی۔ کرنل ولیم برڈ اس ریاست کے اولین آبادکاروں میں سے تھے جو ۱۶۷۰ء کے لگ بھگ دریائے جیمس کے کنارے پر آئے تھے۔ ان کے بیٹے ولیم برڈ ثانی نے رچمنڈ نامی شہر کی بنیاد ڈالی۔ ان کے پاس اتنی دولت تھی کہ انھوں نے پانچ سو آدمیوں پر مشتمل ایک ذاتی فوج ملازم رکھی ہوئی تھی جو ریڈ انڈین قبائل کی ہیرہ دستیوں سے ان کی زمینوں اور جائداد کی حفاظت کرتی تھی۔ برڈ خاندان نسل در نسل اس علاقہ میں روایت پسندی اور شرافت کے لئے مشہور تھا۔

مگر رچرڈ کے پیدا ہونے سے پہلے ہی خاندان کی دولت ختم ہو چکی تھی۔ امریکہ میں جب شمالی اور جنوبی ریاستوں کے درمیان حبشی غلاموں کی آزادی کے سوال پر خانہ جنگی شروع ہوئی تو ورجینیا نے جنوب کی باغی ریاستوں (۱) کا ساتھ دیا اور

---

(۱) Confederate States باغی ریاستوں کا وفاق

شکست کھائی۔ جب امن قائم ہوا تو برڈ خاندان کی زمینوں پر اغیار قابض تھے اور ان کی تجوریوں میں شکست خوردہ باغی حکومت کے بے مصرف سکے بھرے ہوئے تھے۔

رچرڈ اپنے والد کا ہم نام تھا۔ اس کے والد خاموش طبع، علم کے شائق اور رئیسانہ مزاج آدمی تھے جو روزانہ اوسطاً تین گھنٹہ فلسفہ، ادب اور سائنس کے مطالعہ میں صرف کرتے تھے۔ ان کا قد چھوٹا تھا، ضعف بصر کی وجہ سے عینک لگاتے تھے اور لباس کی طرف سے لاپرواہی عادت بن چکی تھی مگر اس کے باوجود ان کی وضع قطع میں بڑی آن بان تھی۔ سیاست سے نفرت کرنے کے باوجود وہ اپنے خاندان کی کفالت کی خاطر اس میں حصہ لیتے رہے اور کئی اہم سیاسی عہدوں پر فائز رہے۔ بیس برس تک وہ اپنی ریاست کے سرکاری وکیل کی حیثیت سے اپنی مہذب آواز میں مقدموں کی پیروی کرتے رہے۔ پھر تین بار ریاستی اسمبلی کے اسپیکر منتخب ہوئے اور اس حیثیت کے دارالحکومت رچمنڈ میں اپنے فرائض انجام دیتے رہے۔ اس کے بعد جب ان کے پرانے ہم جماعت اور دوست وڈرو ولسن امریکہ کے صدر بنے تو وہ اسسٹنٹ اٹارنی جنرل کے عہدہ پر فائز ہوئے مگر جب ایک مرتبہ ان کو فتح کا یقین دلا کر ورجینیا کی گورنری کے انتخابات میں حصہ لینے کی ترغیب دی گئی تو انھوں نے صاف انکار کر دیا۔

رچرڈ کی والدہ ایلینر بولنگ فلڈ [Eleanor Bolling Flood] کا خاندان بھی بڑا سرکردہ تھا۔ ننھیال کی طرف سے رچرڈ کا سلسلہ لارڈ ڈیلاویئر [Lord Delaware] سے ملتا تھا۔ ددھیال کی طرح ننھیال کی دولت بھی خانہ جنگی کی نذر ہو گئی تھی اور برڈ خاندان کی طرح فلڈ خاندان بھی نمایاں سیاسی خدمات انجام دے چکا تھا۔ اس خاندان میں کئی سفیر، امریکی سینٹ کا ایک رکن اور ایوانِ نمائندگان کا ایک اہم رکن پیدا ہوئے تھے۔

شروع سے ہی رچرڈ اپنے خاندان والوں سے بالکل الگ اور منفرد نظر نظر آتا تھا۔ کچھ لوگوں کا خیال تھا کہ وہ اپنے دادا کرنل ولیم برڈ پر پڑا ہے کرنل برڈ خانہ جنگی کے دوران جنوب کی باغی فوج میں کرنل تھے جن کو میدان جنگ میں مردہ سمجھ لیا گیا تھا اور جنھوں نے ایک طویل عرصہ کے بعد ایک دن گھوڑا دوڑاتے ہوئے اپنے مکان پر آکر پوچھا تھا کہ "کرنل برڈ کی بیوہ یہیں رہتی ہیں؟"

رچرڈ دبلا بھی تھا اور عمر کے لحاظ سے اس کا قد بھی چھوٹا تھا مگر اس کمی کو وہ اپنی شرارتوں اور ہمت سے پورا کرلیتا تھا۔ اس کے والد نے مشتعل ہو کر ان حرکتوں کو "احمقانہ شیطنت" کا نام دیا تھا۔ رچرڈ جسے پیار میں ڈک کہا جاتا تھا اپنے کتے جوڈی کو لے کر کہیں نہ کہیں سرگشت کرنے نکل جاتا۔ شیناندوہ وادی (Shenandoah Valley) میں گھوم رہا ہے تو کبھی بلوج کوہستان [Blue Ridge Mountains] کی بلندیاں ناپ رہا ہے۔ ایک مرتبہ جب اس کی عمر دس برس کی تھی ایک بوڑھے آدمی نے اسے ایک غار کا پتہ دیا جو اس کے قول کے مطابق "دو پہاڑوں کے بعد وادی کے اس پار کھیتوں سے گذر کر دریا کے قریب" واقع تھا ــــ بوڑھے نے اپنے بازو پھیلا کر رچرڈ کو بتایا کہ "وہ غار سارے رچمنڈ سے بڑا ہے"۔

رچرڈ کو بوڑھے کی باتوں پر یقین آگیا چنانچہ اگلے دن وہ جوڈی کو ساتھ لے کر اس غار کا کھوج لگانے نکل کھڑا ہوا جس کا حقیقت میں کوئی وجود ہی نہیں تھا۔ جب رات ہونے لگی اور غار نہیں ملا تو دونوں واپس پلٹے ــــ ونچسٹر ابھی کافی دور تھا کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ مجبوراً ڈک نے کتے کے ساتھ جنگل میں پناہ لی۔ دونوں جس جگہ سر چھپائے بیٹھے تھے اس کے بہت قریب بجلی گری اور ایک درخت کے چیتھڑے اڑ گئے۔ ادھر گھر والوں کو فکر ہوئی کہ رچرڈ کہاں رہ گیا۔ چنانچہ اس کی تلاش میں آدمیوں کی ٹولیاں مختلف سمتوں میں پھیل گئیں۔ بارش سے

دریا میں باڑھ آگئی تھی اور پانی کا ریلا پل کو بہالے گیا تھا۔ مگر ان مشکلات کے باوجود تلاش رات بھر جاری رہی ۔ پو پھٹتے ہی جب سب لوگ ناکامی کا اعتراف کرتے ہوئے واپس آگئے تو رچرڈ اور جوڈی تھکن سے چور پانی میں شرابور چپ چاپ گھر میں داخل ہوئے۔

پھر ایک بار جب سارا خاندان ہیمپٹن روڈس [Hampton Roads] میں دوستوں کے یہاں مہمان تھا ڈک نے ضد کر کے بادبانی کشتی نکالی اور پانی میں آگے بڑھنے لگا۔ اس سے پہلے کبھی اس نے کشتی نہیں چلائی تھی ۔۔۔ اچانک طوفان شروع ہوگیا۔ طوفان کے باوجود اس نے خلیج کو کشتی میں پار کیا اور بڑی مشکل سے صحیح سلامت واپس آنے میں کامیاب ہو سکا۔ اس حرکت پر جب باپ کو غصہ آیا تو ماں نے سر ہلا کر صرف اتنا کہا کہ رچرڈ تو پیدائشی مہم جو اور سیاح ہے ۔ اسے ڈر ہی نہیں لگتا، کوئی کرے تو کیا کرے ۔

سچ پوچھئے تو بات بھی یہی تھی ۔۔ اس کو زندگی بھر کبھی خوف محسوس نہیں ہوا۔ وہ اس لفظ کے معنی ہی نہیں جانتا تھا۔ اور ساری زندگی یہی اس کی امتیازی خصوصیت رہی ۔ ایک بار وہ ایک ملاح کی جان بچانے کی خاطر جو جہاز کے عرشہ سے سمندر میں جا گرا تھا پورا لباس پہنے ہوئے طوفانی لہروں میں کود گیا تھا۔

ڈک کی حرکتوں پر اس کے والد نے متعجب ہونا چھوڑ دیا تھا۔ البتہ ان شرارتوں کا جو نتیجہ ہوتا تھا اس سے باپ کے خون کا دباؤ ضرور بڑھ جاتا تھا۔ ڈک کے والد ایک دن عدالت میں بڑا مصروف اور تھکا دینے والا دن گزار کر گھر لوٹے تو دیکھا کہ صاحبزادے نے گھر کے سامنے کا قیمتی لان کھود کر خندق بنائی ہے۔ کچھ دن کے بعد پائیں باغ کھود کر ایک قلعہ بھی بنالیا گیا ۔ ایک بار تو ایسا ہوا کہ ڈک کی وجہ سے باپ کی جان پر بن گئی ۔ باپ اپنی گھوڑا گاڑی دوڑاتے ہوئے جو پھاٹک میں گھسے

تو اصطبل میں آگ کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ ان کے اوسان خطا ہو گئے اور اس پر مستزاد یہ ڈک کا کہیں پتہ نہیں تھا۔ بیٹے کی محبت میں بے تاب ہو کر وہ فائر بریگیڈ کا حلقہ توڑ کر آگ میں گھس گئے۔ جب اصطبل کا کونہ کونہ ڈھونڈھ کر وہ باہر نکلے تو کپڑوں میں آگ لگ چکی تھی جس سے جسم بری طرح جھلس گیا۔ بعد میں پتہ چلا کہ ڈک اس عرصہ میں مکان کے پچھلے کمرہ میں صوفے کے نیچے بے خبر سو رہا تھا۔ یہ تین لڑکے تھے۔ بڑا ٹام، منجھلا ڈک اور چھوٹا موٹا تازہ ہیری۔ بخوش قسمتی سے ٹام اور ہیری اپنے خاندان پر گئے تھے۔ ونچسٹر میں تینوں بھائی "تین سپاہیوں" کے نام سے مشہور تھے کیونکہ آڑے وقت پر وہ ہمیشہ ایک دوسرے کی مدد کو پہنچ جاتے کوئی جھگڑالو لڑکا اگر پڑھائی کے شوقین ہیری پر آوازے کستا تو اسے بیک وقت ڈک اور ٹام دونوں سے نپٹنا پڑتا۔

ڈک کو اپنا دبلا پتلا بدن سخت ناپسند تھا اور وہ جسمانی طور پر اپنے آپ کو مضبوط بنانے کی مسلسل کوششوں میں مصروف رہتا۔ دوڑنا، تیراکی، گھڑ سواری اس کے مشاغل بن گئے۔ کھیلوں میں وہ بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگا۔ ٹام جو بعد میں چھ فٹ دو انچ کے قد کو پہنچا چھوٹے سے ڈک سے عاجز رہتا تھا کیونکہ ڈک اس کو ہر قسم کے مقابلہ کے لیے دعوت دیتا۔ وہ سکوں کے لئے پانی میں غوطے لگاتے، کشتی لڑتے، دوڑ کا مقابلہ کرتے اور بیشتر مقابلوں میں ڈک، ٹام کو ہرا دیتا۔

ایک مرتبہ دونوں کشتی لڑ رہے تھے کہ ڈک نے ٹام کو پچھاڑ کر اس کی ناک مٹی میں رگڑ ڈالی۔ ٹام کو غصہ آگیا اور جب اس نے ڈک کی مرمت کرنی چاہی تو وہ بھاگ کر غسل خانے میں چھپ گیا، غسل خانے کو اندر سے بند کر لیا۔ ٹام نے غصہ میں چاقو سے دروازہ کاٹنا شروع کر دیا۔ ادھر ڈک کھڑکی سے باہر نکلا، پانی کے پائپ کے سہارے پھسل کر نیچے اترا اور بھاگتا ہوا تین میل دور سے ڈاکٹر کو

(Dr. Love) کو یہ کہہ کر بلا لایا کہ " جلدی چلئے ڈاکٹر صاحب ٹام پاگل ہوگیا ہے "

ان شرارتوں سے قطع نظر ڈک کی ایک اور خصوصیت بھی تھی۔ جب وہ اپنی کسی " مہم " پر نہیں نکلتا تھا تو سارا وقت والد کے کتب خانہ میں کتابیں پڑھتا رہتا تھا۔ باپ کو اپنے بیٹے کی شرارتوں پر تو کبھی تعجب نہیں ہوا مگر مطالعہ کی وسعت پر اسے ضرور تعجب ہوتا تھا۔ وہ کبھی کبھی سوچتے کہ شاید بیٹے پر کسی کتاب کا ہی اثر ہو جائے۔

ان کی یہ خواہش پوری ہوگئی۔ کرسمس کے موقع پر ڈک کے نانا نے اس کو ایک کتاب دی جس میں مہم جو سیاحوں کے حالات تھے۔ نام تھا " مہم جو اور سیاح (Explorers and Travellers) کتاب مطلب کی نکلی تو ڈک اسے پڑھنے میں لگ گیا۔ اس کتاب میں امریکی ڈاکٹر اور سیاح ایلیشا کین کینٹ [Elisha Kane Kent.] کی کہانی بھی تھی جو دو مرتبہ بحر آرکٹک میں سفر کر چکا تھا۔ اس نے پہلا سفر ۱۸۵۰ء میں گرنیل [Grenell] مہم کے رکن کی حیثیت سے کیا تھا جو ایک برطانوی مہم جو سر جان فرینکلن کی تلاش میں برفانی سمندر سے ناکام لوٹی تھی۔ پھر ۱۸۵۳ء میں کینٹ خود اپنی مہم لے کر گیا اور اس بار وہ شمالی منجمد سمندر میں اس جگہ تک گیا جہاں اب تک کوئی اور نہیں جا سکا تھا۔

کینٹ کے کارناموں نے ڈک کو مسحور سا کر دیا۔ وہ ونچسٹر کی گلیوں میں خلا میں تکتا ہوا گھومتا رہتا۔ انھیں دنوں برڈ نے یہ تہیہ کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے وہ قطب شمالی پہنچنے والا پہلا انسان ہوگا، بلکہ اس نے اپنے روز نامچے میں یہ عہد لکھ بھی دیا اور اس سفر کے لئے اس کے خیال میں جس قسم کے ساز و سامان کی ضرورت پڑ سکتی تھی اس کے خاکے بھی بنا لیے۔

باپ کو ڈک کے اس نئے شوق سے خوشی تو ہوئی مگر جب ڈک کی پردادی نے یہ پیشین گوئی کی کہ "ایک دن ڈک قطب شمالی کے علاقہ میں اپنی مہموں کی وجہ سے مشہور ہوگا" تو باپ نے اس کا خوب مذاق اڑایا یہ سب بچپن کی باتیں ہیں۔ اس نے کہا: "آج ایک کتاب پڑھ کر یہ شوق ہوا ہے تو کل دوسری کتاب پڑھ کر کوئی دوسرا جنون سوار ہو جائے گا اس وقت تو مجھے اور ہی فکر ہے۔ سُنا ہے کہ آج کل ڈک جاننے والوں کے قریب سے سلام کئے بغیر کھویا کھویا گزر جاتا ہے۔ ہمارے خاندان میں ایسی بدتہذیبی کی مثال نہیں ملتی ــــ لوگ کیا کہیں گے؟"

ڈک کا مہم جوئی اور سیاحت کا نیا نیا شوق شاید اسی زمانہ میں ختم ہو جاتا مگر اس کی ملاقات ایڈم "کیٹ" کارسن [Adam "Kit" Carson] سے ہو گئی۔ کارسن ایک وکیل تھا جو ڈک کے والد کا رفیق کار تھا۔ اس کی وجہ سے ڈک کے سمند شوق کو ایک اور تازیانہ ہوا۔ سیاہ مونچھوں، مسکراتی ہوئی چمکدار آنکھوں والا خوش باش کِٹ چھوٹے ڈک کے ساتھ خوب کھیلا کرتا تھا اور ڈک کو اس سے پرستش کی حد تک لگاؤ پیدا ہو گیا۔

۱۸۹۸ء میں جب کیوبا اور فلپائن جزائر کی آزادی کے سوال پر ہسپانیہ اور امریکہ میں جنگ ہوئی تو کِٹ کارسن ورجینیا کی چوتھی رضاکار رجمنٹ کا کپتان تھا۔ ۱۸۹۹ء میں جب جنگ ختم ہوئی تو اس رجمنٹ نے واشنگٹن کی فتح کی پریڈ میں شرکت کی۔ کارسن نے پریڈ کے دوران رجمنٹ کے آگے آگے چلنے کے لئے ڈک کو مدعو کیا۔ ایک بڑی وردی کاٹ کر ڈک کے لئے فوجی افسر کی چھوٹی سی وردی تیار کی گئی اور ڈک صدر میکنلے کے سامنے سے رجمنٹ کے آگے آگے مارچ کرتا ہوا گذرا۔ ڈک کو اپنی اس ذمہ داری کا اس قدر شدید احساس تھا کہ وہ بالکل

کھو گیا، صدر کے چبوترے کے سامنے سے گذرتے وقت بھی وہ سامنے ہی دیکھتا رہا۔ جب صدر نے خود اُسے سیلوٹ کیا تو ڈک دیکھ ہی نہیں سکا سیلوٹ کے جواب میں سیلوٹ کیا کرتا۔ اِس پر تماشائیوں نے شور مچا دیا جب ڈک کو اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اس کا چہرہ شرم کے مارے سرخ ہو گیا۔

کچھ عرصہ کے بعد کپتان کارسن اور ورجینیا کی چوتھی والنٹیر رجمنٹ کو فلی پائن بھیجا گیا جہاں امریکی حکومت کے خلاف بغاوت ہو گئی تھی۔ وہاں کارسن کو میجر کے عہدہ پر ترقی دے دی گئی اور وہ ان صوبوں کا جج بنا دیا گیا جو جزیرہ لوزون پر واقع منیلا شہر کے جنوب میں تھے۔

جولائی ۱۹۰۲ء میں ڈک کو کارسن کا خط ملا جس میں اُسے فلی پائن آنے کی دعوت دی گئی تھی۔ ڈک اس دعوت پر اچھل پڑا۔ ڈک کی والدہ نے اس کے باپ کو سارا معاملہ بتاتے ہوئے کہا "میں تو اپنی سی کر چکی رچرڈ سنتا ہی نہیں وہ تو کہتا ہے کہ اگر جانے کی اجازت نہیں ملی تو چپ چاپ بھاگ نکلوں گا۔ مجھے تو اپنے کانوں پر یقین نہیں آتا۔ اب آپ جانیں"

"بے جا ضد کر رہا ہے" باپ نے کہا "بھلا آج تک کسی تیرہ برس کے لڑکے نے تن تنہا آدھی دنیا کا سفر کیا ہے؟ پھر فلی پائن میں بغاوت ہو رہی ہے" گولیاں چل رہی ہیں اور ہیضہ پھیلا ہوا ہے۔ ان حالات میں تو میں ڈک کو ہرگز نہیں بھیجوں گا۔

یہ الفاظ کہتے ہوئے باپ کو اپنے بیٹے کی ضد کا صحیح اندازہ نہیں تھا ڈک روزانہ جانے کی ضد کرتا یہاں تک آخرکار تنگ آکر اسے جانے کی اجازت دے دی گئی۔ ونچسٹر کے روزنامہ "اسٹار" نے اس خبر کو یوں شائع کیا:-

"ڈک شاید دنیا کا سب سے کم سن لڑکا ہے جو اتنا طویل سفر تنہا کریگا۔

وہ ایک وجیہہ اور طاقت ور نوجوان ہے۔ اس میں تیزی کی کمی نہیں اور وہ شیر کی طرح بہادر ہے۔"

مگر ۱۹ اگست کو جب ماں نے ڈبڈبائی آنکھوں سے بیٹے کو واشنگٹن ڈی سی کے اسٹیشن پر رخصت کیا تو ڈک ہرگز وجیہہ نہیں لگ رہا تھا۔ وہ سو سو جتن سے اپنی اداسی چھپا رہا تھا اور اس کی دونوں آنکھیں ایک زہریلے پودے کے زہر کی وجہ سے سوج کر تقریباً بند ہو چکی تھیں۔ مگر جیسے ہی ریل سان فرانسسکو کے لئے روانہ ہوئی۔ اس نے سارے خیالات کو ذہن سے جھٹک کر اپنی ساری توجہ مہم پر مرکوز کر دی۔ بعد میں اس کا ذکر کرتے ہوئے برڈ نے کہا کہ "میرے پاس نیا اور چمکدار سوٹ کیس تھا جس میں میں نے آنکھ بچا کر ایک بڑے چاقو اور پستول کے گولے جیسے خزانے بھر لئے تھے۔"

امریکہ کے مغربی ساحل تک اسے ریل میں تنہا سفر کرنا پڑا۔ وہاں اُسے ایک فوجی جہاز "سمر" پر جگہ مل گئی۔ اس جہاز کے راستہ میں پہلی بندرگاہ جاپان کا شہر ناگاساکی تھا۔ وہاں تک تو سفر خیریت سے طے ہو گیا مگر اس کے بعد بحیرۂ چین میں جہاز طوفان میں پھنس کر ٹکڑے ٹکڑے ہوتے بچا۔ اس خوفناک طوفان کے دوران جہاز کے کپتان نے ڈک کو ایک استانی کی خبر گیری پر مامور کر دیا جو بری طرح خوف زدہ ہو گئی تھی ڈک نے اپنے باپ کے نام ایک خط میں اس واقعہ کو اس طرح بیان کیا:۔

"میں آپ کو طویل خط نہیں لکھوں گا کیونکہ میں جانتا ہوں۔ آپ ایسے خط پڑھنا پسند نہیں کرتے۔ جس روز میں نے امی کو خط لکھا تھا اس کے دوسرے دن ہم طوفان میں پھنس گئے۔ یقین جانئے بڑا ہولناک طوفان تھا۔ اس کی وجہ سے ہمیں

دو دن کی دیر بھی ہوگئی اور ہم راستے سے ڈھائی سو میل بھٹک بھی
گئے۔ ایک خاتون تو خوف کے مارے مرتے مرتے بچیں۔
جہاز اس طرح ہچکولے کھا رہا تھا کہ ہم پلیٹوں میں کچھ بھی نکال
کر نہیں کھا سکتے تھے۔"

آخر کار جب جہاز منیلا پہنچا تو جج کارسن بندرگاہ پر ڈک کے خیر مقدم کے لئے موجود تھا۔ اس تیز طرار لڑکے کو دیکھ کر کارسن کو احساس ہوا کہ اس جزیرہ میں جہاں بغاوت ہو رہی ہے اس کو بلا کر سخت غلطی کی ہے، مگر اسے یہ معلوم نہیں تھا کہ ڈک کی واپسی تک اس کے اور بال سفید ہو چکے ہوں گے۔

کارسن کے ساتھ ڈک نے فلی پائن کی زندگی میں حصہ لینا شروع کر دیا۔ فلی پائن کے صوبہ سورسوگون کی ایک تقریب میں ڈک کو ڈپٹی شیرف [نائب ناظم پولیس] بنایا گیا اور وہ فوراً کٹ کی آنکھ بچا کر "ایل ڈیابلو" نامی گھوڑے پر بیٹھ پولیس کی اس ٹولی سے جا ملا جو ڈاکوؤں کی گرفتاری کیواسطے گشت پر نکلی ہوئی تھی۔ اس میں تین دن لگ گئے اور ایک مرتبہ ڈک ڈاکوؤں کی ایک کمین گاہ سے بال بال بچا۔ اس واقعہ کو برڈ نے اس طرح بیان کیا:۔

"جیسے ہی میں ایک چھوٹے سے چشمہ کے پاس پہنچا اچانک
کئی ڈاکو اپنی مڑی ہوئی تلواریں لئے ہوئے ایک جھاڑی
کی اوٹ سے نکل پڑے۔ انھوں نے وار کرنے شروع کئے
مگر میں نے تیزی سے گھوڑا موڑ کر دریا کا رخ کیا۔ وہ برابر پیچھا
کرتے رہے مگر جب میں دریا کے پار ہو گیا تو وہ مجھے پکڑ نہیں سکے
میں کسی جگہ رکے بغیر تیر کی طرح جب پولیس کی ٹولی کے پاس
پہنچ گیا تو وہاں مجھے اپنی جلد بازی پر ڈانٹ سننی پڑی۔"

کچھ دن کے بعد جب جزیرہ ڈارم کی سیر کا موقع آیا تو کٹ نے ڈک کو جانے کی اجازت تو دے دی مگر یہ وعدہ لے لیا کہ وہ کوئی غلط حرکت نہیں کرے گا۔ مگر جج کارسن کو یہ پتہ نہیں تھا کہ ڈارم میں ہیضہ کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ ڈک نے بعد میں بتایا کہ "میرے پہنچنے کے ذرا دیر کے بعد ہی ایک سپاہی پیٹ میں درد کی شکایت لے کر آیا۔ میں نے بالکل ڈاکٹروں کی طرح اس کی نبض دیکھ کر کہہ دیا کہ تم بیمار ہو۔ بیچارہ چند گھنٹوں میں ختم ہو گیا"۔

فوجیوں کے پڑاؤ میں ہیضہ پھیلا ہوا تھا اور ڈک کا وہیں قیام تھا اس لئے اس کو بھی گارد کے ساتھ ایک پہاڑی کی چوٹی پر قرنطینہ میں رکھا گیا۔ برڈ کا تخیل بہت تیز تھا۔ اس لئے اسے کئی بار یقین ہو گیا کہ بس اب ہیضہ ہوا چاہتا ہے۔ کئی دن اسے یہ خوف رہا کہ اب وہ اپنے گھر والوں کو کبھی نہیں دیکھ سکے گا۔ مگر باوجود اس کے کہ ہر طرف آدمی ہیضہ کا شکار ہو رہے تھے ڈک اس بیماری سے محفوظ رہا۔ کرسمس کے قریب جب گارد کی رسد کم پڑنے لگی تو مجبور ہو کر اس نے طوطوں اور بندروں کا شکار کر کے پیٹ بھرا۔ آخر کار وہ چھپ کر ایک چھوٹی کشتی میں بیٹھ کر وہاں سے نکل گیا اور ایک بندرگاہ پر پہنچ گیا جہاں سے اس کو منیلا کے لئے جہاز مل گیا۔

تنہائی کا تو خیر ذکر ہی کیا کارسن کے ساتھ رہتے ہوئے بھی ڈک اپنی حرکتوں سے باز نہیں آتا تھا۔ فلی پائن میں گرمی بہت سخت پڑتی تھی اور عدالت میں مکھیاں بھی بہت تھیں اس لئے جج کارسن نے ایک پنکھا کھینچنے والا ملازم رکھا تھا۔ جو چھپ کر بیٹھتا تھا اور تاڑ کے پتوں کے بنے ہوئے بڑے پنکھے کو کھینچتا تھا۔ ایک دن ڈک نے اسے باتوں باتوں میں راضی کر کے اس کی جگہ لے لی، مگر ڈک نے اتنی تیزی سے پنکھا کھینچا کہ چھت کا پلستر اکھڑ کر

بم کی طرح کٹ کارسن پر گرا۔ کٹ نے ڈک کو عدالت میں بلا کر اس کی جیب کی ساری رقم جرمانہ میں دھروالی۔

ہیضہ اور ڈاکوؤں کے ہاتھ گرفتار ہو جانے کے دوہرے اندیشوں کی وجہ سے کٹ نے اپریل ۱۹۰۳ء کے آخر میں ڈک کو واپس بھیج دیا۔ ڈک نے فلی پائن میں چھ ماہ گذارے تھے اور اس عرصہ میں اس نے اکیلے جتنی مہمیں سر کی تھیں وہ نصف درجن سپاہی مل کر کر سکتے تھے۔ جب واپسی کا وقت آیا تو ڈک کو اسی راستہ سے جانے کو کہا گیا جس سے وہ آیا تھا مگر ڈک نہیں مانا "میں دوسری سمت سے جاؤں گا" اس نے کٹ کی خوشامد کرتے ہوئے کہا "دیکھئے نا اگر میں دوسرے راستے سے گیا تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں نے دنیا کا چکر لگا لیا ہے"

کارسن کو یہ دلیل ماننی پڑی اور ڈک برطانوی جہاز "اسٹرٹفورڈ" (Stratford) پر سوار ہو گیا۔ بانس کے پنجرہ میں ایک بڑا سبز طوطا اس کے فلی پائن کے سفر کی واحد نشانی کے طور پر اس کے ساتھ تھا۔ بحر ہند، نہر سوئز، بحیرۂ روم اور بحر اوقیانوس سے گذرتا ہوا جب وہ واپس جا رہا تھا تو ڈک کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اس نے جو خطوط اپنے گھر والوں کے نام لکھے تھے وہ اخباروں میں چھپوا دیئے گئے تھے۔ جب ۲ جولائی کو جہاز نیویارک کی بندرگاہ میں لنگر انداز ہوا تو ڈک بیس اخباری نمائندوں کو اپنے انٹرویو کے لئے بے چین دیکھ کر حیران رہ گیا۔

چودہ برس کے سن میں ہی ڈک ایک سیاح کی حیثیت سے مشہور ہو گیا تھا۔

دوسرا باب

ایک مہم جو کی تعلیم

۱۹۰۳ء بڑا ہنگامہ خیز سال تھا۔ اتنی نت نئی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک چودہ سالہ بچے کے کارنامے بہت جلد اخباروں کے پہلے صفحہ سے ہٹ گئے۔ سب سے پہلے تو خود امریکہ کے صدر تھیوڈور روزولٹ کی شخصیت ہی اس قدر ہنگامہ خیز تھی کہ ہر روز ان کے بارے میں کوئی نہ کوئی نئی خبر مل جاتی تھی۔ دوسرے ایسا لگتا تھا جیسے تھامس ایڈیسن ہر ہفتہ ایک نئی ایجاد کر رہا ہے۔ تیسرے اس سال دسمبر میں رائٹ برادران نے پہلی بار ہوا سے بھاری مشین میں کامیاب پرواز کی تھی۔

ادھر ونچسٹر میں ڈک نئی مہموں پر جانے کے لئے بے چین ہو رہا تھا۔ باپ نے بیٹے کے اضطراب کو دیکھا اور بالکل صحیح فیصلہ کیا کہ بیٹے کو روزمرہ کی زندگی میں واپس لانے کا وقت آگیا ہے۔ انھوں نے ڈک سے حتمی طور پر کہہ دیا کہ "تمھاری باقاعدہ تعلیم فوراً شروع ہو جانی چاہیے ورنہ تم زندگی میں کسی قابل نہ ہو سکو گے"۔

ڈک کی تعلیم کا آغاز تو بہت پہلے ایمرسٹ اسٹریٹ پر مس جلینی شیرارڈ

کے اسکول سے ہو چکا تھا جب ۱۹۰۰ء میں کارسن محاذ جنگ پر تھا تو ڈک ونچسٹر ہی میں واقع شینانڈ وادیلی اکیڈمی [Shenan Doah Valley Academy] میں داخل ہو گیا تھا۔ باپ کا فیصلہ سن کر ڈک نے کہا کہ "اگر آپ مجھ کو اسکول بھیجنا ہی چاہتے ہیں تو ورجینیا ملٹری انسٹی ٹیوٹ میں بھیج دیجئے۔" لیکسنگٹن میں واقع وی۔ایم۔آئی اپنے معیار کے لحاظ سے امریکی فوجی اکادمی ویسٹ پوائنٹ کا ہم پلہ سمجھا جاتا تھا۔

"مگر تم وی ایم آئی میں داخل نہیں ہو سکتے" باپ نے کچھ گھبرا کر کہا "وہ لوگ سولہ برس سے کم عمر کے لڑکوں کو داخلہ نہیں دیتے۔"

پھر بھی ڈک کی ضد سے مجبور ہو کر باپ نے بیٹے کے داخلہ کی درخواست دے دی۔ اسکول نے حکام کے حسب توقع عمر کی قید کے قانون کا حوالہ دیتے دیتے ہوئے درخواست نامنظور کر دی مگر ان کا پالا اس مرتبہ ڈک کی ضد سے پڑا تھا اور آخر کار انھیں ہار ماننی پڑی۔ رچرڈ کو محض اس لئے اس قانون کے اطلاق سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا کہ وہ ریاضی، طبیعیات اور جغرافیہ میں بہت تیز تھا۔

ڈک کو جلد پتہ چل گیا کہ داخلوں میں عمر کی پابندی بلاوجہ نہیں تھی۔ وہاں اور کیڈٹوں کے مقابلے میں وہ سب سے کم سن ہی نہیں بلکہ قد میں بھی سب سے چھوٹا تھا۔ بڑے لڑکے اس کا مذاق اڑاتے، بدمعاش قسم کے لڑکے اسے ستاتے مگر بعد میں اس کا قد و قامت خود ہی دفعتاً بڑھ گیا اور اس کو اپنا بچاؤ کرنا بھی آ گیا۔ تعلیم کے تیسرے برس میں اس کا شمار جماعت کے ممتاز طلباء میں ہونے لگا تھا۔

مگر ڈک وی ایم آئی سے فارغ التحصیل نہ ہو سکا۔ ۱۹۰۷ء میں باپ کے

کہنے سے مجبور ہو کر وہ یونیورسٹی آف ورجینیا میں داخل ہو گیا۔ اب خاندان کے افراد کو خیال ہوا کہ ڈک بھی اپنے باپ کی طرح وکیل بنے گا مگر جوں جوں سال گزرتا گیا ڈک کے والد کو احساس ہوتا گیا کہ بیٹا خوش نہیں ہے اور اگر وہ مجبور کر کے کسی ایسے پیشہ میں داخل کر دیا گیا جسے وہ پسند نہیں کرتا تو ساری زندگی بیزاری میں گذرے گی۔

۱۹۰۸ء کے موسم بہار میں ایک دن ڈک کے والد نے بیٹے کو اپنے دفتر میں آنے کے لئے کہا۔ ڈک جب دفتر میں داخل ہوا تو باپ کی آنکھوں میں چمک دیکھ کر سمجھ گیا کہ آج کوئی نہ کوئی خاص بات ضرور ہے۔ اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا۔

باپ نے دیکھتے ہی کہا "ڈک! بحریہ کی اکادمی میں ورجینیا کی ایک نشست خالی ہے۔ جی چاہے تو داخلہ کا امتحان دے دو"

ڈک کو اپنے کانوں پر یقین ہی نہیں آیا جواب کیا دیتا۔ اُنیس برس کی عمر تک پہنچتے پہنچتے وہ اپنے بچپن کے خوابوں کے سحر سے تقریباً آزاد ہو چکا تھا۔ باپ کی بات سن کر ایسا لگا جیسے جنم جنم کی پیاس بجھ رہی ہو "یہ بہتر ہے" اُس نے آہستہ سے کہا اور چلا آیا۔ کچھ ہی عرصہ کے بعد ڈک امتحانوں میں تو شریک ہوا اور ۲۸، مئی ۱۹۰۸ء کو بحریہ کی اکادمی میں مڈشپ مین [Midshipman] کے لئے اس کا انتخاب ہو گیا۔

اکادمی کا ماحول ڈک کی فطرت کے عین مطابق تھا۔ یہاں اس کو اپنی تمام صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کا موقع مل گیا۔ وہ جب تک اکادمی میں رہا اپنی جماعت کا رہبر رہا، اس نے طلبا کے ہر مشغلہ میں حصہ لیا اور ان کی ہر انجمن کا عہدہ دار بنا۔ برڈ سے پہلے کسی اور نے اتنے عہدے

نہیں سنبھالے تھے۔ کون سا کھیل ایسا تھا جس میں برڈ حصہ نہ لیتا ہو۔ اس کے ساتھی ایسا کھیل ڈھونڈھنے کے لئے سرگرداں رہتے جو برڈ نہ کھیل سکتا ہو۔ فٹ بال، کہ بازی، کشتی، دوڑ اور کود پھاند کے مقابلے، جسمانی کرتب ٹینس، رائفل چلانا غرض برڈ ہر جگہ موجود ہوتا۔ اکادمی کی دستاویزوں سے پتہ چلتا ہے کہ وہ محض کھلاڑی ہی نہیں کپتان بھی رہا۔ وہ اپنے وزن کے گروپ میں پہلوانی کا چمپئن تھا۔ ڈبلز ٹینس (Doubles tennis) میں بھی وہ چمپین تھا۔ جمنازیم ٹیم کا بہترین کھلاڑی اور کپتان بھی تھا فٹبال کی ٹیم میں وہ کواٹر بیک ہی کی حیثیت سے کھیلتا تھا حالانکہ اس کا وزن کل ۱۳۵ پونڈ تھا۔ جہاں تک تیراکی کا تعلق ہے وہ ٹیم کا رکن تو خیر نہیں تھا مگر اتنا ماہر تھا کہ چیساپیک خلیج [Cheasapeak Bay] میں ایک ساتھی کو ڈوبنے سے بچا لیا تھا۔

ان مشاغل کا اس کی تعلیم پر اثر پڑنا لازمی تھا۔ جب امتحان ہوا تو وہ جغرافیہ، فنِ جہاز رانی دجہر پیمائی [Navigation] خلاقی طبیعیات [Applied Physics] اور میکنیکل ڈیزائن میں ہی اچھے نمبر لے سکا کیونکہ ان مضامین کی طرف اس کا قدرتی رجحان تھا مگر دوسرے مضامین میں اس کی کارکردگی محض واجبی سی تھی۔ خاص طور پر غیر ملکی زبانیں پڑھانے والوں کا تو متفقہ فیصلہ تھا کہ ڈک کو ملک سے باہر نہیں جانا چاہیے۔

فرانسیسی زبان کے پروفیسر نے ایک مرتبہ اس کو ڈانٹا "تمہارا فرانسیسی کا لہجہ اس قدر خراب ہے کہ اگر کبھی فرانس جانا ہوا تو وہاں کیا کرو گے ؟"

"فرانسیسیوں کو مجھ سے انگریزی بولنی پڑے گی" ڈک نے شرارتاً جواب دیا۔

حالانکہ کھلاڑی بہت چاق و چوبند ہوتے ہیں۔ مگر اس کے برخلاف کھیل کے میدان کے باہر ڈک ہمیشہ کھویا کھویا رہتا۔ ایک مرتبہ جب قریب سے سلیوٹ کئے بغیر گذر جانے پر کمانڈنٹ نے اسے جھاڑ پلائی تو ڈک نے معذرت کرتے ہوئے یہ صفائی پیش کی کہ "میں نے آپ کو دیکھا ہی نہیں تھا۔"

ایک اور واقعہ سنیئے۔ معائنہ کے واسطے مڈشپ مین لائن میں کھڑے تھے۔ پتہ چلا کہ سب کی وردی تو ٹھیک ہے مگر ڈک سیاہ کی جگہ گہرے براؤن جوتے پہنے کھڑا ہے۔ سب کو ڈک کی عادات کا علم تھا۔ اس لئے اسے سزا نہیں ملی۔

بحریہ کی اکادمی میں ان دنوں یہ کوشش کی جاتی تھی کہ طلبا میں عام لوگوں کے مقابلہ میں ہر لحاظ سے برتری کا احساس پیدا کر دیا جائے۔ مگر ڈک اپنی فطرت سے مجبور تھا، یہ اکڑفوں اس میں پیدا نہ ہو سکی۔ جہاں تک اس کا تعلق تھا اس کی نظر میں ہر شخص یکساں سلوک کا مستحق تھا۔ ڈک کے اس نظریہ کی آزمائش اس وقت ہوئی جب وہ نہایت اہم ہوپ [Hop] کمیٹی کا صدر بنا۔ اس کمیٹی کی ذمہ داریوں میں ایک ذمہ داری مختلف تقریبوں کے لئے دعوت نامے بھیجنے کی تھی۔ ایک تقریب کے موقعہ پر ڈک کو پتہ چلا کہ ایک مڈشپ مین کے والد کو دعوت نامہ نہیں بھیجا گیا۔

"اس کا کیا سبب ہے؟" ڈک نے کمیٹی کے ارکان سے پوچھا۔ "اس کو دعوت کیوں نہیں دی گئی؟"

"یہ شخص محض وارنٹ افسر ہے" ارکان نے تاویل پیش کی۔ "یہاں صرف افسر مدعو ہوں گے۔ کچھ مناسب نہیں معلوم ہوتا کہ افسروں کے درمیان

وارنٹ افسر بھی موجود ہو۔"

اس بداخلاقی پر ڈک کے آگ ہی تو لگ گئی "ڈوب مروتم سب" اس نے تِلملا کر کہا۔ "بداخلاقی کی بھی ایک حد ہوتی ہے ———" ڈک نے وارنٹ افسر کو دعوت نامہ ہی نہیں بھیجا بلکہ جب وہ تقریب میں مہمان کی حیثیت سے شریک ہوا تو اس بات کا پورا خیال بھی رکھا تاکہ وہ اجنبیت محسوس نہ کرے۔

ڈک کی بات ٹالنے یا اس سے اختلاف کرنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی۔ وجہ یہ تھی کہ اپنی جماعت کے مفاد کے سامنے وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ اس سلسلہ میں ایک مزے دار واقعہ ہوا۔ اینا پولس (Annapolis) کے ایک غنڈے کو اکادمی کے مڈشپ مینوں سے للّٰہی بغض تھا۔ جہاں دیکھتا خوب ٹھکائی کرتا۔ اس کی یہ حرکتیں اس قدر بڑھ گئیں کہ طلبا نے جلسہ کیا اور ڈک کو اسپتال کے پیچھے اس غنڈے کا مزاج درست کرنے کے لئے منتخب کر لیا۔ ڈک تیار ہو گیا چنانچہ اسپتال کے پیچھے ایک مجمع کے روبرو دونوں میں لڑائی شروع ہو گئی بلا مبالغہ کئی گھنٹوں تک مکّہ بازی ہوتی رہی آخر دوپہر کے قریب غنڈے نے ہار مان کر امان مانگی۔ ڈک کو کافی چوٹیں اور خراشیں آئی تھیں۔ اس کا انگوٹھا بھی ٹوٹ گیا تھا مگر حریف کے شکست تسلیم کر لینے سے اس کو فاتح مان لیا گیا۔ ڈک کی فطری شرافت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ بعد اس نے اس غنڈے سے صفائی کر لی اور دونوں دوست بن گئے۔

اکادمی میں ڈک کا نام "بدنصیب ڈک" پڑ گیا تھا کیونکہ بڑے تسلسل کے ساتھ اس کے چوٹیں لگتی رہتی تھیں، مثلاً فٹ بال میں

ڈک اپنے نڈر اور جارحانہ کھیل کے لئے مشہور تھا۔ ہفتہ وار فٹ بال میچ میں جب وہ میدان میں نظر آتا تو شائقین خوب تالیاں بجاتے اور یہ بھی سوچتے جاتے کہ یہ دُبلا پتلا سا لڑکا دوسرے بھاری بھرکم کھلاڑیوں کے آگے کب تک جما رہ سکے گا۔

طالب علمی کے تیسرے برس بحریہ اور پرنسٹن یونیورسٹی کے درمیان فٹ بال کا مقابلہ ہوا۔ مقابلہ بڑا سخت تھا مگر نہایت عمدہ کھیل کا مظاہرہ کرتے ہوئے ڈک نے گول پر ہلّہ بول دیا۔ ابھی گول کے پاس ہی پہنچا تھا کہ پرنسٹن کی ٹیم اسے گھیر کر اس پر لد گئی۔ امریکی فٹ بال میں جسمانی قوت کا استعمال، دھکے دینا، کھلاڑی کو نیچے دبا کر اس پر بیٹھ جانا یہ سب باتیں قواعد کے مطابق ہیں۔ جب ریفری نے سیٹی بجا کر انسانی گٹھڑی کو کھول کر ڈک کو نیچے سے نکالا تو اس کا پیر تین جگہ سے ٹوٹ چکا تھا۔ اس کی بدقسمتی یہیں ختم نہیں ہوئی۔ پیر ٹھیک ہوا ہی تھا کہ ایک تربیتی بحری سفر کے دوران میعادی بخار نے آن دبوچا جس کی وجہ سے اس کو کئی ماہ برطانیہ کے ایک اسپتال میں رہنا پڑا۔

آخری برس ڈک کو سب سے سنگین حادثہ پیش آیا۔ ییل یونیورسٹی سے جسمانی کرتب کا مقابلہ تھا۔ یونیورسٹی کی ٹیم بہت مضبوط تھی اور اس کے جیتنے کا قوی امکان تھا۔ ڈک نے سوچا کہ کسی غیر معمولی مظاہرہ کے بغیر اس کی ٹیم کبھی نہیں جیت سکے گی۔ لہٰذا اس نے ایک ایسے کرتب کی تیاری کی جسے دیکھ کر ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔ کرتب یہ تھا کہ اونچائی پر لٹکے ہوئے لوہے کے چھلّوں کو پکڑتے ہوئے ہوا میں چھلانگ لگا کر ایک اور ہلتے ہوئے چھلے کو پکڑنا۔ کرتب کے دوران ہوا میں دو قلابازیاں کھانی

ضروری تھیں۔ ایک دن جب وہ لوگوں کے سامنے اس کرتب کی مشق کر رہا تھا آخری چھلّہ اس کے ہاتھوں میں نہ آسکا، مجمع نے دم سادھ لیا اور ڈک زمین پر آگرا۔

اس کا داہنا ٹخنہ اس بری طرح ٹوٹا تھا کہ ڈاکٹروں کو یہ خوف ہوگیا کہ شاید وہ کبھی نہ چل سکے صحت یاب ہونے کے بعد بھی ٹخنے کے بیرونی حصہ پر ایک گلٹی رہ گئی تھی جو چلتے ہوئے تڑختی تھی۔ اس چوٹ کی وجہ سے ڈک ششماہی امتحان میں بھی شرکت نہ کرسکا اور اس کے استادوں نے اسے ایک جماعت پیچھے جانے کا مشورہ دیا کیونکہ اس کی تیاری ہی نہیں ہوسکی تھی۔ ڈک نے یہ مشورہ نہیں مانا حالانکہ امتحان بالکل سر پر آچکے تھے۔ رات رات بھر جاگ کر پڑھنے کے بعد وہ لنگڑاتا ہوا پرچے کرنے کے لئے گیا جب نتیجہ نکلا تو ۱۶۵ طلبا کی جماعت میں ڈک ترسٹھویں نمبر پر پاس ہوا تھا۔ اگر اس کے مشاغل اور خاص طور پر معلق چھلّوں پر قلابازیوں کا تصور کیا جائے تو اس کا پاس ہوجانا ہی ایک معجزہ تھا۔

اس احمقانہ کرتب سے ڈک کو جو سبق ملا وہ اس نے ہمیشہ یاد رکھا میں نے اس سے یہ سیکھا کہ نہ تو اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھنا چاہئیے نہ دنیا کے مقابلہ میں اہمیت دینی چاہیئے۔

جون ۱۹۱۲ء میں جب رچرڈ ایویلین برڈ بحریہ کی اکادمی سے فارغ التحصیل ہوکر نکلا تو اس کے بارے میں اس کے ساتھیوں کی یہ رائے اکادمی کے "سالنامے" میں چھپی تھی۔

"...... کھلاڑی۔ ہر صحیح کام میں رہبر، دوست، شریف انسان، زندگی اسے جتنا دے گی اس سے زیادہ وہ زندگی کو دے گا۔"

تیسرا باب

سبقت کا فسر

برڈ ابھی اکادمی میں زیر تعلیم ہی تھا کہ دنیا کے شمالی اور جنوبی دونوں سروں پر کئی اہم مہماتی کامیابیاں حاصل کی جاچکی تھیں۔ ۶ اپریل ۱۹۰۹ء کو رابرٹ پیٹری شمال کے منجمد سمندر سے گذر کر اس جگہ پہنچ گیا تھا جس کو جغرافیائی قطب شمالی کہا جاتا ہے۔ دسمبر ۱۹۱۱ء میں ناروے کے رہنے والے روالڈ ایمنڈسن (Roald Amundsen) اور اس کے ساتھی کتا گاڑیوں کے ذریعہ قطب جنوبی پر پہنچ گئے تھے۔ اس کے ایک ہی ماہ کے بعد انگلستان کے کپتان رابرٹ ایف۔ اسکاٹ اور اس کے ساتھیوں نے ایمنڈسن کا کارنامہ دہرا تو دیا مگر واپسی پر یہ لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

ان کارناموں کی خبریں پڑھ کر برڈ کو اگر حسد ہوا بھی تو اس لئے وہ خود ان کارناموں میں سبقت لے جانے کی آس لگائے بیٹھا تھا۔ پھر یہ سوچ کر تسکین ہو گئی کہ سبقت لے جانا ہی ہے اور ابھی کئی میدان باقی ہیں اور جب وقت آئے گا تو سب تمنائیں پوری ہوں گی فی الحال تو اس کو آئندہ کے امکانات کے لئے اپنے آپ کو پوری طرح تیار کرنا تھا۔

اگر یہ کہا جائے کہ بحریہ کی ملازمت کے ابتدائی دور میں برڈ کے تجربے دوسرے نوجوان افسروں سے مختلف تھے تو غلط ہوگا۔ اوروں کی طرح اس کو بھی ایک جنگی جہاز کی بحرپیمائی (avigation) توپ چلانا اور برقی اور میکانیکی سازوسامان کی دیکھ بھال اور مرمت کے بارے میں بہت کچھ سیکھنا پڑا۔ ہاں ایک لحاظ سے برڈ دوسروں سے ضرور مختلف تھا جرأت آزمائی کے مواقع اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے تھے۔

۱۹۱۴ء میں وہ جس جنگی جہاز پر متعین تھا اس کو میکسیکو کی بندرگاہ ویراکروز پر فوجی قبضہ کی مہم میں حصہ لینا پڑا۔ میکسیکو کے آمر حکمران وکٹوریانو ہورتا [Victoriano Huerta] نے امریکہ کی مخالفت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ نہ تو میکسیکو میں امریکی املاک اس کی دست برد سے محفوظ تھیں اور نہ امریکی باشندے اس کی چیرہ دستیوں سے مامون تھے۔ برڈ کا جنگی جہاز اس فوجی قوت کا ایک حصہ تھا جو اس اہم شہر پر قبضہ کرکے ہیورتا کو حکومت سے دست برداری پر مجبور کرنے کے لئے بھیجی گئی تھی۔

اس کے بعد جب جزائر غرب الہند کے علاقہ میں سان ڈومنگو اور ہائٹی نامی جزیروں میں بغاوتیں ہوئیں تو برڈ نے اپنے جہاز کے ساتھ ان کو فرو کرنے میں حصہ لیا۔ جب کبھی دشمن ملک کے ساحل پر کسی ٹولی کا جانا ضروری ہوتا برڈ سب سے پہلے اپنی خدمات پیش کرتا اور بلا جھجک گولیوں کی بوچھار سے گذرتا ہوا آگے بڑھتا جاتا۔ اور اس کو ایک خراش بھی نہیں آتی تھی۔ وہ جن جہازوں پر مامور رہتا وہ کئی بار طوفانوں میں پھنسے اور دو مرتبہ برڈ نے ملاحوں کو بھری ہوئی موجوں کا لقمہ بننے سے بچالیا۔ مثال کے طور پر ایک کپتان نے بتایا ہے کہ جب ۱۵ اگست ۱۹۱۴ء کو

طوفانی لہریں ایک ملاح کو عرشہ سے سمندر میں بہا لے گئیں جہاں خوں آشام شارک مچھلیاں شکار کی تلاش میں بے چین تھیں تو "برڈ نے کپڑے اتارے بغیر اونچے عرشہ سے یک لخت سمندر میں چھلانگ لگا دی —" اور جب اس نے ڈوبتے ہوئے ملاح کی کمر سے رسّی باندھ دی تب بھی اس کا اصرار یہ رہا کہ ملاح کو پہلے اوپر کھینچا جائے۔ اس دوران میں اس کے کپڑے پانی سے بوجھل ہو چکے تھے اور ہر لمحہ یہ خطرہ تھا کہ لہریں اسے اٹھا کر جہاز کے پہلو پر نہ دے ماریں۔ دوسری طرف شارک مچھلیاں کسی وقت بھی حملہ کر کے اس کی تکا بوٹی کر سکتی تھیں۔ جب تک ملاح پانی سے نہیں نکال لیا گیا اس وقت تک برڈ پانی سے نکالے جانے پر راضی نہیں ہوا۔" اس جرأت اور بے غرضی کے مظاہرے پر امریکی کانگریس نے اس کو مد کانگریس کا تمغۂ اعزاز عطا کیا۔

عام ملاحوں پر بے پناہ اثر، بحریہ کی ملازمت کے ابتدائی برسوں میں برڈ کی ایک اور نمایاں خصوصیت کا درجہ رکھتا ہے۔ وہ ان ملاحوں کے ساتھ اس طرح گھل مل جاتا تھا کہ اجنبیت ختم ہو جاتی تھی۔ ملاحوں کو اس کا احساس تھا۔ مثال کے طور پر "واشنگٹن" نامی جنگی جہاز میں جو ملاح تھے وہ بحریہ کے قید خانوں سے بھرتی کیے گئے تھے۔ ان عادی مجرموں کو ایک ناتجربہ کار افسر کی ماتحتی میں دینے پر کئی افسروں نے اپنے شبہات کا اظہار کیا مگر برڈ نے اس ذمہ داری کو اس خوش اسلوبی سے پورا کیا کہ لوگ حیران رہ گئے۔ اس کے ماتحت خوش دلی سے محنت کرتے اور یہی نہیں بلکہ وہ اپنے نوجوان افسر پر جان چھڑکتے تھے۔

ادنیٰ عملہ کو برڈ سے جو محبت اور عقیدت ہو جاتی تھی اس کی اور بھی کئی

مثالیں ہیں۔ "ویومنگ" (Wyoming) نامی جنگی جہاز میں اس کو ایک افسر کا معاون بنا دیا گیا جو ملاحوں کے خلاف مقدموں میں سرکاری وکیل کے فرائض انجام دیتا تھا۔ برڈ کو ملزموں سے اتنی ہمدردی تھی کہ وہ ہمیشہ ان کو ایک اور موقع دینے کی اس قدر کوشش کرتا تھا کہ عدالت کے ارکان اس سے عاجز آ گئے تھے۔ جب کسی کو کڑی سزا دی جاتی تھی تو وہ اس میں تخفیف کرانے کی پوری کوشش کرتا۔

برڈ کی زندگی جنگی جہازوں کے گرد گھوم رہی تھی کہ ۱۹۱۴ء کے آخر میں ایک اتفاق نے اس کی زندگی کا رُخ موڑ دیا۔ ساحل پر تفریح کرتے ہوئے اس کی ملاقات بحریہ کے ایک کپتان سے ہوئی جس نے باتیں شروع کر دیں۔ کچھ دیر کی گفتگو کے بعد کپتان نے اچانک پوچھ لیا۔

"تم طیارہ میں پرواز کرنا پسند کرو گے؟"

صرف گیارہ برس پہلے رائٹ برادران نے "کٹی ہاک (Kitty Hawk)" نامی طیارہ پر اپنی تاریخی پرواز کی تھی۔ اس وقت سے ہوائی جہازوں کی ساخت میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی تھی۔۔۔ وہی سیدھا سادا انجن تھا، وہی تاروں سے بندھے ہوئے لکڑی کے پر تھے اور کھلی ہوئی نشستیں ـــــ برڈ نے کپتان کی پیشکش فوراً قبول کر لی۔

برڈ نے اپنی پہلی پرواز کا ذکر کرتے ہوئے کہا "میں بالکل کھلی جگہ پر بیٹھا تھا۔ جہاز میں پروں کے علاوہ اور کچھ نہ تھا۔ ہم چھوٹی نشستوں پر اس طرح بیٹھے تھے کہ ہمارا رخ نیچے کی طرف تھا اور ہمارے اور پانی کے درمیان کوئی روک حائل نہیں تھی۔ بڑا لطف آیا ـــــ"

یہ پرواز محض ایک پر لطف جرأت آزما کوشش نہیں تھی۔

جوں جوں پرانا جہاز فضا میں بلند ہوتا جا رہا تھا برڈ کے ذہن میں ایک عزم پیدا ہو رہا تھا۔ اگر اس طیارے کی خرابیاں دور کر دی جائیں تو یہ ایک زبردست اور کارآمد مشین بن سکتا ہے اور اس سے دنیا کا مواصلاتی نظام بدل سکتا ہے۔ آج جو سفر "سقر" معلوم ہوتا ہے وہ کل ایک مختصر اور پر لطف پرواز بن جائے گا!" برڈ کے دماغ میں ایک اور سوال پیدا ہو رہا تھا جو اس کے لئے زیادہ دلچسپ تھا۔ برڈ کے نزدیک پیری جیسا انجانے علاقوں کا کھوج لگانے والا تجربہ کار مہم جو بھی ان دنوں ایسے گھوڑے کی طرح تھا جس کی آنکھوں پر روک لگا دی گئی ہو۔ نئی سرزمین پر سفر کرتے ہوئے وہ صرف اسی چھوٹے سے پر خطر راستے کو دیکھ سکتا تھا جس پر مشکلوں سے لڑتا ہوا وہ اپنی منزل کی طرف بڑھ رہا ہو۔ راستے کے دونوں طرف پانچ دس میل کے دائرے کے احوال و کوائف بھی وہ نہیں جان سکتا تھا۔ اگر ہوائی جہاز سے سفر کیا جائے تو مہم جو مسافر میلوں کا علاقہ ایک نظر میں دیکھ سکتا ہے!"

گھر خط لکھتے ہوئے اس نے جب اپنی پرواز کا ذکر کیا تو اپنے ہوا باز بننے کا ارادہ بھی ظاہر کر دیا۔ باپ نے گھبرا کر جواب میں لکھا۔ "زمین سے قدم نہ اٹھانا۔"

پرواز کے لئے برڈ کا دل بے چین تھا مگر افسروں میں وہ اس قدر جونیئر تھا کہ فرائض کے انتخاب میں اپنی رائے نہیں دے سکتا تھا۔ ہاں درخواست ضرور کر سکتا تھا۔

مگر ہوا یہ کہ بحری جہاز سے ہوائی جہاز پر تبادلے کی اور خواست کے فوراً ہی بعد اسے واشنگٹن میں بحریہ کے صدر دفتر میں اپنے نئے فرائض سنبھالنے کا حکم ملا۔ یہ ان دنوں کا دستور تھا کہ گم نام مگر وجیہہ اور آگے بڑھنے کے لئے بیتاب افسروں کو واشنگٹن میں تعینات کیا جاتا تاکہ وہ وہاں کی سماجی زندگی میں بھرپور حصہ لے سکیں۔ اس طرح بحریہ کا ایک عمدہ تصور عام لوگوں

کے ذہنوں میں قائم ہو سکتا تھا]۔

واشنگٹن میں برڈ کی ڈیوٹی بحریہ کے سکریٹری کے سرکاری جہاز "ڈولفن" (Dolphin) پر لگا دی گئی۔ جرأت آزمائی کے دلدادہ برڈ کو یہ شب و روز بڑے گراں گزرتے تھے۔ کوئی خاص قابل ذکر بات ہوتی ہی نہیں تھی۔ سنیچر اور اتوار کے دن دریائے پوٹومیک (Potomac River) کے تفریحی سفر میں گزر جاتے اور ہفتہ کے باقی پانچ دن اعلےٰ سوسائٹی کے ہنگاموں میں کٹ جاتے۔ اس صورت حال کا واحد خوش آیند پہلو یہ تھا کہ بحریہ کے نائب سکریٹری سے برڈ کی دوستی ہو گئی۔ برڈ کے اس تیس سالہ دوست کا نام فرینکلن ڈیلانو روز ولٹ تھا۔ یہ بعد میں امریکہ کا صدر منتخب ہوا۔ روز ولٹ سے گفتگو کے دوران برڈ کو پتہ چلا کہ اس کا دوست بحریہ کے مسائل اور جہازوں سے بڑی گہری دلچسپی رکھتا ہے۔ اس اشتراک پسندیدگی کی وجہ سے دونوں کی دوستی بہت پختہ اور گہری ہو گئی جو روز ولٹ کی موت تک اسی طرح قائم رہی۔

اسی دوران میں برڈ کی زندگی میں ایک نہایت خوشگوار واقعہ رونما ہوا جس سے روز مرہ کی زندگی کی کوفت ختم ہو گئی۔ اس نے اپنے بچپن کی خوبصورت دوست میری ایمس سے ۲۰ جنوری ۱۹۱۵ء کو شادی کر لی۔ تقریب میں برڈ کے دونوں بھائی ہیری اور ٹام شہ بالا بنے۔

کچھ عرصہ کے بعد برڈ کا تبادلہ "ڈولفن" سے "مے فلاور" (May FLOWER) پر ہو گیا جو پوٹومیک دریا میں ہی لنگر انداز رہتا تھا —— نئی مصروفیات پہلے سے مختلف تو نہیں تھیں اور نہ اس طرح برڈ کی تمنائیں پوری ہوئیں مگر "مے فلاور" پر اسے بہت اہم تجربے ہوئے کیونکہ یہ صدر وڈرو ولسن کا سرکاری جہاز تھا۔

"مے فلاور" جب پوٹومیک دریا میں تیرتا ہوا چیساپیک خلیج

(Cheasapeak Bay) میں جاتا تو اکثر جہاز پر صدر اور سرکاری افسران کا جلسہ ہورہا ہوتا — برڈ کو صدر کو کام کرتے دیکھنے کے کئی موقعے ملے۔ کبھی کبھی صدر خود ہی برڈ سے گفتگو شروع کر دیتے اور ان دنوں کے قصّے سناتے جب وہ ورجینیا یونیورسٹی میں برڈ کے والد کے ہم جماعت تھے یا پھر عالمی سیاسیات اور دنیا کی صورتِ حال پر باتیں ہوتیں۔ اس طرح کی باتوں سے برڈ کا ذہنی افق وسیع سے وسیع تر ہوتا گیا۔

زندگی اسی نرم روی سے آگے بڑھ رہی تھی مگر یہ طمانیت دیر پا ثابت نہیں ہوئی۔ چند برس پہلے "ویومنگ" نامی جنگی جہاز پر ڈھلوان سیڑھیوں سے گر کر برڈ کا ٹخنہ چور چور ہو گیا تھا اور اسے تین ماہ ہسپتال میں داخل رہنا پڑا تھا جہاں ڈاکٹروں نے عام لوہے کی ایک کیل ٹھونک کر ٹوٹے ٹخنے کو بظاہر ٹھیک کر دیا تھا اور ٹانگ میں کوئی تکلیف بھی نہیں رہی تھی۔ مگر اب "مے فلاور" پر جب اس کو کئی کئی گھنٹے پہرے پر کھڑا رہنا پڑا تو تکلیف دوبارہ شروع ہوگئی اور بری طرح بڑھ گئی ——
بدقسمتی یہ ہوئی کہ مارچ ۱۹۱۶ء جب تکلیف عروج پر تھی برڈ کو طبی معائنہ کے لیے حاضر ہونے کا حکم ملا۔

ڈاکٹروں نے سُوجا ہوا ٹخنہ دیکھا تو بولے "آپ کا ٹخنہ اب تک پوری طرح ٹھیک نہیں ہوا ہے۔"

"مگر اب ٹھیک ہو جائے گا" برڈ نے یقین دلانے کی کوشش کی۔
مگر طبی بورڈ مطمئن نہیں ہوا۔ "ہمارا فیصلہ ہے کہ آپ اب اپنے فرائض پورے نہیں کر سکتے۔ ہمیں افسوس ہے مگر ہم آپ کو سبک دوش کرنے پر مجبور ہیں۔"

یہ الفاظ بم کی طرح پھٹے۔ برڈ چکرا کر رہ گیا۔ ایک ڈاکٹر نے اس کا شانہ تھپتھپا کر کہا "فکر نہ کریں۔ آپ کو جونیر گریڈ لفٹننٹ کے عہدے سے سبکدوش کیا جائے گا۔ تین چوتھائی تنخواہ ملتی رہے گی جو آپ کی موجودہ تنخواہ سے زیادہ ہی ہوگی۔ مزے کیجئے گا۔"

جب برڈ گھر واپس آیا تو اس کی آنکھوں میں تڑپتی ہوئی مایوسی بیری سے نہیں چھپ سکی۔ برڈ نے سارا واقعہ سنا کر کہا "طبی بورڈ کے فیصلہ کیخلاف کوئی اپیل بھی تو نہیں کی جا سکتی ۔۔۔" اس وقت برڈ کی عمر صرف اٹھائیس سال تھی وہ ملازمت سے سبکدوش کیا جا چکا تھا۔ اس کے سارے خواب ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گئے تھے "پانچ برس کی ملازمت اکارت گئی۔" اس نے تلخی سے کہا "نہ آمدنی اتنی ہے کہ زندگی آرام سے کٹے، نہ ملازمت پر بحالی کا کوئی امکان ہے۔ سب کچھ ختم ہو چکا ہے، سب کچھ ۔۔۔"

چوتھا باب

ہوا کے دوش پر

عام حالات میں بحریہ کی ملازمت ختم ہو جانے کے بعد برڈ کو کوئی دوسرا غیر فوجی کام شروع کرنا پڑتا مگر ۱۹۱۷ء کے حالات کو عام حالات نہیں کہا جا سکتا۔

یورپ میں پہلی جنگِ عظیم کا دوسرا خوفناک اور خون آلود سال ختم ہو رہا تھا ہر طرف سے گھر کر جرمنی نے امریکہ کے بحری جہازوں کو نشانہ بنانا شروع کر دیا تھا حالانکہ امریکہ ابھی جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا۔ ان حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ صدر ولسن نے قومی پیمانے پر فوجی تیاریاں شروع کرنے کے احکام جاری کر دیئے۔

چنانچہ برڈ کو بحریہ کی ملازمت سے سبک دوش ہوئے دو ماہ ہی ہوئے تھے کہ بحریہ نے اس سے رہوڈ آئی لینڈ جانے کی درخواست کی جہاں اسے ریاست کی بحری ملیشیا کی از سرِ نو تنظیم کا کام سونپا گیا۔ یہ ملیشیا رضا کارانہ بھرتی کی بنا پر وجود میں آئی تھی مگر اس کا یہ حال ہو گیا تھا کہ سپاہی پست ہمتی کا شکار تھے اور دھڑا دھڑ استعفے دے رہے تھے۔

برڈ بحریہ میں واپسی کے اس موقع پر مسرت سے اچھل پڑا۔ رہوڈ آئی لینڈ میں اس کی آمد کے کچھ ہی روز کے اندر اندر ملیشیا کو اپنے نئے سالار کی

مستحکم شخصیت کا احساس ہو گیا۔ اس سے پہلے جن افسروں کو یہاں کی کمان ملی تھی وہ سب ناکام ہو گئے تھے اور ان کی متفقہ رائے یہ تھی کہ یہ ملیشیا میں نئی روح پھونکنا قطعاً ناممکن ہے، مگر برڈ کے آتے ہی بے حوصلگی جیسے دھواں بن کر اڑ گئی۔ اس نے ایک عمدہ تربیتی پروگرام شروع کیا اور اسی ناکارہ ملیشیا میں بھرتی کے لئے رضا کاروں کی درخواستوں کا انبار لگ گیا۔ انتظامیہ کے تجارتی پہلوؤں سے واقفیت کی خاطر برڈ روزانہ ہارورڈ یونیورسٹی کی کلاسوں میں شرکت کے لئے جاتا اور اپنے نئے علم کو ملیشیا کی تنظیم کے سلسلہ میں استعمال کرتا۔

کام شروع کرنے کے کئی ماہ کے بعد برڈ نے اطلاع دی کہ ملیشیا کی نئے سرے سے تنظیم کامیابی سے مکمل ہو چکی ہے۔ رہوڈ آئی لینڈ کا گورنر برڈ کی کارکردگی سے اس قدر متاثر ہوا کہ اس نے بحریہ کے شعبہ کے نام خط میں لکھا:۔

"میرے نزدیک اس کامیابی کا سہرا بڑی حد تک کمانڈر برڈ کے سر ہے۔ اگر ان کو جنگی نوعیت کے کاموں میں حصہ لینے کا موقع دیا جائے تو مجھ کو یقین ہے کہ یہ نمایاں کامیابیاں حاصل کریں گے۔"

برڈ کو توقع تھی کہ شاید اب بحریہ اس کو جنگی فرائض سونپ دے مگر چونکہ بحریہ کے ریکارڈ میں اس کو "اپاہج" قرار دیا جا چکا تھا اس لئے اسے واشنگٹن میں دفتری کام دے دیا گیا۔ بقول برڈ کام صرف یہ تھا کہ "ملاحوں کا ایک مقام سے دوسرے مقام پر تبادلہ کیا جائے اور کاغذوں کا ایک ٹوکری سے دوسری ٹوکری میں۔"

برڈ بڑی بے بسی سے دفتر کی کرسی توڑتا رہا مگر فرائض کی بے کیفی نے

اس کی صحت پر بڑا برا اثر ڈالا۔ اس کی یہ حالت دیکھ کر بحریہ کے سکریٹری ڈینیلس نے اس کا تبادلہ ایک اور اہم مگر دفتری عہدہ پر کر دیا۔ یہ تربیتی اداروں کے واسطے بحریہ کے کمیشن کے معتمد کا عہدہ تھا۔

اس عہدہ کے فرائض معمولی نہیں تھے۔ کام یہ تھا کہ بحریہ میں بھرتی ہونے کے لئے جو لوگ جوق درجوق آرہے تھے ان کی صحت اور تعلیم کو بہتر بنایا جائے۔ برڈ کے ساتھ جن لوگوں نے بھی اس جگہ کام کیا ان کو یہاں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کرنی پڑیں ــــ مثلاً برڈ کے دوست والٹر کیمپ، جس نے فٹ بال کے قوانین کی از سرِ نو تشکیل کی تھی، اب ملاحوں کے کھیل کود کے پروگرام کا نگراں تھا، اس نے روزانہ بارہ آسان ورزشیں وضع کیں جن کو اس "ہر دن کی ایک درجن" (Daily Dozen) کا نام دیا۔

اس نئے کام کا مطلب برڈ کے نزدیک "ایک بڑی میز اور زیادہ بڑی ٹوکریوں" ــــــــ کے سوا کچھ اور نہ تھا ــــ وہ تو عسکری زندگی کے لئے بیقرار تھا ــــ وجہ یہ تھی کہ اپریل ۱۹۱۷ء میں امریکہ نے جرمنی کے خلاف اعلان جنگ کر دیا تھا اور برڈ جنگ میں حصہ لینا چاہتا تھا۔ برڈ کا کہنا ہے کہ "ان دنوں اپنی بے مصرف زندگی کے بارے میں سوچتے سوچتے میرا وزن پچیس پونڈ کم ہو گیا تھا ــــ میں کیا تھا؟۔ ایک ذرا شاندار کلرک اور کچھ نہیں ــــ!"

جنگی ڈیوٹی کے واسطے برڈ نے اتنی درخواستیں دیں کہ آخر طبی بورڈ نے اس کو معائنہ کے لئے بلا لیا مگر اس مرتبہ تو بورڈ اس کو دفتری فرائض سونپنے پر بھی راضی نہیں ہوا ــــ بورڈ کے بڑے ڈاکٹر نے صاف صاف کہہ دیا کہ "برڈ! تمھیں بحریہ چھوڑنی ہی ہوگی۔ تمھاری صحت بہت خراب ہے۔"

برڈ کو ان الفاظ سے جو صدمہ ہوا ہوگا وہ ظاہر ہے ـــــ "مجھے صرف ایک اور موقع دے دیجئے" اس نے التجا کی "میں ہوابازی کو اپنانا چاہتا ہوں ـــ صرف ایک ماہ کی مہلت دے دیں اگر اس عرصہ میں آپ کے معیار کے مطابق صحت نہیں ہوئی تو میں خود استعفیٰ دے دوں گا۔"

"مگر تمھاری ٹانگ کی تو یہ حالت ہے، پرواز کرو گے کس طرح؟" بورڈ کے صدر نے پوچھا۔

"طیارہ ٹانگوں سے نہیں اڑایا جاتا ہے"۔ برڈ نے دلیل دی۔

اس بات پر ڈاکٹر مسکرائے۔ برڈ ٹھیک ہی تو کہہ رہا تھا۔ ہوابازی میں گھنٹوں کھڑے ہو کر پہرے کی ڈیوٹی تھوڑا ہی دینی تھی مگر پھر بھی انھوں نے بڑے تامل سے یہ فیصلہ سنایا کہ "اچھا تمھیں ایک ماہ کی مہلت دی جاتی ہے اس کے بعد دوبارہ تمھارا طبی امتحان ہوگا ـــ اس وقت تک کے لئے ہمارا آخری فیصلہ محفوظ رہے گا۔"

برڈ کی زندگی میں، یہ ایک واقعی زبردست موڑ تھا کیونکہ آخر کار اسے وہ موقع مل گیا جس کی اسے مدت سے تلاش تھی۔ مگر ابھی وہ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا تھا کیونکہ بیمار تھا، وزن گھٹ گیا تھا اور اعصاب کمزور ہو گئے تھے۔ جب برڈ کے والد کو پتہ چلا کہ صاحبزادے اب ہوابازی کی تربیت لینے والے ہیں تو ان کو بہت صدمہ ہوا۔ برڈ نے بتایا کہ "جب میں پرواز کی تربیت کے لئے روانہ ہوا تو والد نے مجھے اس طرح رخصت کیا جیسے ان کو مجھے دوبارہ زندہ دیکھنے کی کوئی امید نہ ہو۔"

اگست ۱۹۱۷ء میں خوشی اور غم کے ملے جلے جذبات کے ساتھ برڈ پنساکولا (Pensacola) (ریاست فلوریڈا) میں بحریہ کے تربیتی ادارہ میں

حاضر ہوگیا۔ اور برڈ کی اداسی اور اضمحلال کو بڑھانے کے لئے ایک حادثہ بھی ہوگیا۔ جب وہ اپنا سوٹ کیس اٹھائے ساحل سے گذر کر ادارہ کی طرف جا رہا تھا تو اوپر ایک طیارہ چکر لگا رہا تھا۔ اچانک اس کے دیکھتے دیکھتے طیارہ پھرکی کی طرح گھومتا ہوا خلیج میں گرا اور ایک دھماکہ کے ساتھ پارہ پارہ ہوگیا۔ جب برڈ کو پتہ چلا کہ طیارہ میں جو دو آدمی سوار تھے وہ لقمہ اجل ہوگئے تو اس کا حلق خشک ہوگیا اور کندھے ایک انجانے بوجھ تلے جھک گئے۔

اس نے ایک افسر سے پریشان ہوکر پوچھا "کیا ایسے حادثے اکثر ہوتے ہیں؟"

افسر نے لاپرواہی سے جواب دیا "ہاں بلکہ کبھی کبھی تو دن میں دو تین حادثے ہو جاتے ہیں۔"

جب ایک ہی گھنٹہ کے اندر برڈ کو ہوا بازی کے پہلے سبق کے لئے جانے کا حکم ملا تو جیسے اس کی جان سوکھ گئی۔ اس کے اپنے الفاظ میں "اس وقت مجھے پرواز کے خیال سے جتنی وحشت ہو رہی تھی زندگی میں کبھی نہیں ہوئی۔" مگر اس نے خاموشی سے وردی پہنی اور طیارہ میں جا کر بیٹھ گیا۔

اس افسر نے برڈ کو حادثہ کے بارے میں جو کچھ بتایا تھا بالکل ٹھیک تھا۔ ان دنوں طیاروں کی پرواز کیا ہوتی تھی؟ ایک کھڑکھڑاتا ہوا غیر متوازن ڈھانچہ ہوا میں لرزتا کانپتا اڑتا تھا۔ تربیت کی تکمیل سے پہلے ہی تنہا پرواز کا حکم مل جاتا تھا۔ وہاں جو لوگ تربیت پا رہے تھے وہ کسی سے کہتے تو نہیں تھے مگر ان کا دل کہتا تھا کہ پنسا کولا سے زندہ نہیں لوٹیں گے۔

برڈ کے ساتھ بھی یہی ہوا کہ محض چھ گھنٹوں کی مجموعی تربیت کے بعد اس کو تنہا پرواز کرنے کے قابل قرار دے دیا گیا۔ برڈ کا دل کہتا تھا کہ وہ پیدا

ہی ہوابازی سیکھ لیے تھے اس لئے اس کو اپنی ناتجربہ کاری کا خیال تک نہ آیا۔ ہوابازی کی تربیت دینے والے استاد نے چلتے وقت ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "بیس منٹ کی تنہا پرواز کافی ہے ۔۔۔۔" برڈ کا آبی طیارہ[1] جب دھکا دے کر پانی میں اتارا جا رہا تھا تو برڈ نے پلٹ کر استاد کو دیکھا۔ استاد کے چہرہ پر ایسے آثار نظر آئے جیسے اس کو برڈ کی زندگی کا کوئی اعتبار نہ ہو۔

برڈ بڑی آسانی سے بہت جلد بلندی پر پہنچ گیا ۔۔۔۔ بعد میں برڈ نے کہا کہ "غالباً پہلی تنہا پرواز ہوا باز کی زندگی کا سب سے بڑا تجربہ ہوتی ہے۔ ہواباز کو زندگی میں دوبارہ ویسی ہیجان انگیز مسرت نصیب نہیں ہوتی۔"

پرواز کے دوران تو کوئی مشکل پیش نہیں آئی مگر جب وہ پانی پر اترنے لگا تو اس کا طیارہ اتنی تیزی سے پانی سے ٹکرایا کہ دھچکے نے خوش قسمتی سے اسے پھر ہوا میں اچھال دیا ۔۔۔ برڈ نے دیکھا کہ طیارہ کو پانی سے ٹکراتے دیکھ کر اس کے استاد نے آنکھوں پر ہاتھ رکھ لئے۔ برڈ ایک گھنٹہ بیس منٹ تک بار بار اترنے کی کوشش کرتا رہا یہاں تک کہ اترنے میں کامیاب ہو گیا ۔۔۔ جب اس کا طیارہ اترنے کے بعد پانی پر دوڑ رہا تھا تو برڈ کو یقین ہو گیا کہ اب وہ ہواباز بن چکا ہے۔

جیسے جیسے دن گذرتے گئے برڈ کے پیلے چہرے پر صحت کا رنگ ابھرتا گیا اور اس کا وزن بھی بڑھ گیا۔ تازہ ہوا اور جسمانی محنت سے اس کی بھوک بڑھ گئی اور پرواز کی محبت نے اسے نشاط زندگی عطا کر دیا۔ وہ "بہترین" سے کسی بات پر رضامند ہونے والوں میں سے نہیں تھا اسی لئے مہارت کے ساتھ پانی پر جہاز اتارنے کے لئے اس نے سینکڑوں پروازیں کیں ۔۔۔ وہ

---

[1] Seaplane (1) وہ ہوائی جہاز جو پانی پر اتر سکتا ہے۔

انجن کو کھول کر پرزوں کا مطالعہ بھی کرتا تھا۔ پھر وہ پرزوں کو دوبارہ جوڑ کر پرواز کرتا۔ اس لئے اس بات پر تعجب نہیں ہونا چاہیئے کہ وہ اپنے اگلے طبی امتحان میں امتیاز کے ساتھ کامیاب ہوا۔

کامیاب ہوا باز کی نشانی بھی ونگز (Wings) ملنے کے کچھ ہی دنوں بعد برڈ کو ہوا بازی کے استاد اور ساتھ ہی ساتھ پنساکولا کے نائب سپرنٹنڈنٹ کے عہدے مل گئے۔ ان دو فرائض کے علاوہ اس کے کچھ اور فرائض بھی تھے جن میں شبینہ پرواز کے فن کو سیکھنا اور دوسروں کو سکھانا شامل تھا۔ شبینہ پرواز کا مطلب تھا رات کی تاریکی میں طیارہ اڑانا اور اتارنا جس کے لئے مضبوط اعصاب اور بڑی مہارت کی ضرورت تھی۔ پہلی شبینہ پرواز پر خود برڈ حادثہ سے بال بال بچا مگر اس کی ہمت پست نہیں ہوئی۔ اور بالآخر وہ اس فن میں ماہر ہو گیا۔ بحریہ کے سب سے پہلے شبینہ پرواز کرنے والے اسکواڈرن کی تربیت اسی نے کی تھی۔

پنساکولا میں ہوائی حادثوں کی تحقیقات کرنے والے بورڈ کے رکن کی حیثیت سے بھی برڈ نے نمایاں خدمات انجام دیں۔ حادثوں کی تفتیش اور پروازوں کو زیادہ محفوظ بنانے کا کام اسی بورڈ کے سپرد تھا۔ بدقسمتی یہ تھی کہ بورڈ حادثوں کی وجہ تو معلوم کر لیتا تھا مگر حادثے روکنے کے لئے کوئی اقدام نہیں کر سکتا تھا۔ مثلاً کسی کو یہ پتہ نہیں تھا کہ جب طیارہ دم کے گھماؤ (Tail Spin) کا شکار ہو تو بچنے کی کیا تدبیر کرنی چاہیئے۔ اس کے علاوہ فضا میں ٹریفک کے قوانین وضع نہیں ہوئے تھے اور اڑتے ہوئے طیارے آپس میں ٹکرا جاتے تھے۔ کسی کو اس کا خیال نہیں آیا تھا کہ طیاروں کی پرواز کو بھی اسی طرح منضبط کیا جا سکتا ہے جیسے سڑک کی ٹریفک کو، اور زمینی ٹریفک کے قوانین کا اطلاق فضائی ٹریفک پر بھی ہو سکتا ہے۔

پنساکولا میں اس قدر حادثے ہوتے تھے کہ تحقیقاتی بورڈ بہت مصروف رہتا تھا۔ برڈ جو، ہر ہواباز کو محتاط رہنے کی تلقین کرتا تھا خود بھی حادثہ سے نہ بچ سکا۔ ایک مرتبہ اس کا طیارہ پانی پر سے اڑ کر فضا میں ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے بلند ہوتا جارہا تھا دوسرا طیارہ جو اسی وقت اتر رہا تھا تیر کی طرح اس کی طرف آیا۔ ٹکر بہت زبردست تھی۔ ایسا محسوس ہوا جیسے کان کے پردے پھٹ گئے " برڈ نے بعد میں بتایا" ہم ایک دوسرے کی سیدھ میں نہیں تھے بلکہ ذرا ہٹے ہوئے تھے اس لئے دونوں جہاز دکے پر آپس میں الجھ گئے۔ دونوں جہاز مکمل طور پر تباہ ہو گئے ! معجزہ یہ ہوا کہ برڈ اور دوسرا ہواباز دونوں صحیح سالم پانی سے نکال لئے گئے اور اس حادثہ میں ان کے محض خراشیں آئیں۔

۱۹۱۹ء میں برڈ پنساکولا میں ہی تھا جب اس نے بحر اوقیانوس کو طیارہ کے ذریعے پار کرنے کا منصوبہ بنایا۔ اس وقت تک یہ کارنامہ کسی نے انجام نہیں دیا تھا اور برڈ سبقت لے جانا چاہتا تھا۔ اس کو پتہ چلا کہ بحریہ نے (Nc - 1) تین انجنوں والے ایک طیارہ کی تعمیر شروع کردی تھی۔ اس وقت یہ دنیا کی سب سے بڑی اڑن کشتی ہوائی طیارہ کا دوسرا نام ہے جس کی رفتار تمام طیاروں سے زیادہ تھی۔ برڈ نے اپنے دوست والٹر کیمپ کو خط کے ذریعہ اس منصوبہ سے آگاہ کیا اور یہ تجویز پیش کی کہ وہ اس جہاز کو اڑا کر یورپ میں اقوام متحدہ کی افواج کے سپہ سالار اعظم کو پیش کرنے کے لئے جائے گا۔ پٹرول کے واسطے اس کو راستہ میں صرف ایک جگہ ازورس نامی جزیرہ پر اترنا پڑے گا۔ برڈ کا خیال تھا کہ اس پرواز کی خبر سے جرمن قوم کے حوصلے پست ہو جائیں گے اور دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ سمندروں پر پرواز کے بارے میں ضروری معلومات کے حصول کا آغاز ہو سکے گا۔

برڈ کو چند روز کے بعد معلوم ہوا کہ والٹر کیمپ اور قطب شمالی کے مشہور

مسافر ایڈمرل پیٹری نے بحریہ کے اعلیٰ افسروں پر پرواز کی اجازت دینے کے لئے زور دیا ہے۔ ۹ر جولائی کو جب برڈ کو پتہ چلا کہ Nc - 1 تکمیل کے قریب ہے تو اس نے سرکاری طور پر بحریہ کے نام اپنی درخواست میں لکھا۔

"میرا ہمیشہ سے یہ ارادہ رہا ہے۔ میرا خیال ہے کہ اس مہم کے لئے مجھ میں پوری صلاحیت ہے کیونکہ میں نے اس موضوع کا گہرا مطالعہ کیا ہے۔ فضائی راہ پیمائی میرا مخصوص مضمون ہے اور میں بڑی اڑن کشتیوں سے بخوبی واقف ہوں۔"

دو ہفتے تک برڈ اپنی درخواست کے جواب کا بڑی بے صبری سے انتظار کرتا رہا تب کہیں اس کو تار کے ذریعہ فوراً واشنگٹن میں حاضر ہونے کا حکم ملا۔ پنساکولا میں برڈ کے ساتھیوں کو پتہ چلا تو انھوں نے بڑے پرجوش طریقہ پر برڈ کی خوش نصیبی پر رشک اور مسرت کا اظہار کیا۔ لوگ اس کے کمرے میں آتے ہاتھ ملاتے شاباشی دیتے اور کہتے "تم اس صدی کے سب سے خوش نصیب انسان ہو" برڈ نے یہ جملہ اتنی بار سنا کہ اس کو اس بات پر یقین آگیا۔

برڈ پنساکولا سے اس قدر جلدی میں روانہ ہوا کہ بہت سا قیمتی اور ضروری ذاتی سامان وہیں رہ گیا "اس سے کیا فرق پڑتا ہے" اس نے اپنے دل کو تسلی دی، جوں جوں ریل گاڑی شمال کی طرف بھاگ رہی تھی برڈ بار بار اپنے آپ سے کہہ رہا تھا "مجھے زیادہ سے زیادہ پہلی اکتوبر تک Nc - 1 میں روانہ ہو جانا چاہیئے۔"

برڈ جب واشنگٹن کے اسٹیشن پر اترا تو شہر میں شدید گرمی پڑ رہی تھی اور ہوا میں بے حد نمی تھی۔ وہ تیز تیز قدموں سے دفتر میں داخل ہوا تاکہ Nc - 1 کی پرواز کی تفصیلات معلوم کر سکے مگر سوئے اتفاق سے اس وقت

دفتر میں کوئی آدمی ایسا موجود نہیں تھا جو پرواز کے بارے میں کوئی قطعی اور حتمی بات بتا سکتا۔ مگر کوئی یہ بھی نہیں کہتا تھا کہ واشنگٹن میں اس کی طلبی پرواز کے علاوہ کسی اور وجہ سے بھی ہو سکتی ہے ـــــ دفتروں کا چکر کاٹتے کاٹتے کئی دن گذر گئے۔

آخر کار ۱۲ اگست کو اسے ایک سربمہر لفافہ میں احکام مل گئے۔ ان احکام میں بحر اوقیانوس پر پرواز کا کوئی ذکر نہیں تھا البتہ اس کی بجائے اس کو نووا اسکوشیا (Nova Scotia) جانے کا حکم دیا گیا تھا جہاں کینیڈا میں مقیم امریکی فضائیہ کی کمان اس کے سپرد کی گئی تھی۔

بحریہ کے با اثر افسروں کے دفتروں میں جاکر اس نے بار بار التجا کی کہ "میں کینیڈا جانا نہیں چاہتا۔ میں بحر اوقیانوس پر پرواز کرنا چاہتا ہوں۔"

مگر ہر التجا کا ایک ہی گھسا پٹا جواب تھا "تم احکام کی تعمیل کرو گے۔"

مایوس ہو کر اپنی سب سے بڑی خواہش کو بر لانے کا عارضی طور پر پس پشت ڈال دیا۔

پانچواں باب

ایک امریکی — دیارِ غیر میں

برڈ کے کردار کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ اس نے ذاتی تمناؤں کو کبھی بھی بحریہ سے وفاداری کی راہ میں حائل نہ ہونے دیا۔ مثلاً اب جو اس کو کینیڈا جاکر امریکی فضائیہ کی کمان سنبھالنے کا حکم ملا تو وہ سچے دل اور یک جہتی کے ساتھ اس کام میں لگ گیا۔

کام آسان نہیں تھا۔ جنگ کی وجہ سے مال کی آمد و رفت اس قدر بڑھ گئی تھی کہ ریلوے کا نظام بری طرح زیر بار تھا۔ برڈ کو اپنا ساز و سامان اور طیارے ہیلی فیکس پہنچانے کے لئے کئی دن تک ریلوے کے حکام سے دماغ پچی کرنا پڑا۔ ہیلی فیکس پہنچ کر پتہ چلا کہ کینیڈا کی حکومت نے فوجی ہوائی اڈے کے لئے جو زمین دی تھی وہ ہیلی فیکس سے آٹھ میل دور خلیج کے پار ساحل پر تھی اس کا مطلب یہ تھا کہ سارے سامان اور تمام طیاروں کو پانی کے پار لے کر جانا تھا۔ اڈے پر کوئی ٹرک نہیں تھا۔ برڈ اور اس کے ساتھیوں کو سامان اپنے ہاتھوں سے ڈھونا پڑا۔ رہنے کے گھر بنانے کے لئے انھوں نے ان صندوقوں کی لکڑی استعمال کی جن میں سامان بند تھا۔ کام دن رات ہو رہا تھا۔ خود برڈ درجنوں کاموں میں

ہاتھ بٹاتا۔ کام اتنی جانفشانی سے کیا گیا کہ محض تین دن میں فوجی کارروائی کے لئے تیار ہو گیا۔

برڈ اپنے ماتحت ہوابازوں سے سخت محنت لیتا تھا کیونکہ دشمن آبدوزوں کو ساحل سے دور رکھنا ان کا کام تھا۔ اس وقت تک شمالی مغربی بحر اوقیانوس میں درجنوں جہاز جرمن آبدوزوں کا شکار ہو چکے تھے ۔ کام کی نوعیت کے پیش نظر برڈ نے اپنے ہوابازوں کو مخصوص تربیت دی جس میں طیاروں کا جھکانا، موڑنا اور پیراشوٹ کے ذریعے چھلانگ لگانا شامل تھا۔ پیراشوٹ کے استعمال کی تربیت کا طریقہ یہ تھا کہ چھلانگ لگانے والوں کو بڑے غباروں سے بندھی ہوئی ٹوکریوں میں بٹھا کر ایک ہزار فٹ کی بلندی پر بھیج دیا جاتا تھا۔ جہاں سے ان کو چھلانگ لگانی ہوتی تھی ۔ برڈ کہتا ہے کہ "جب ایک جسم بظاہر ایک چیتھڑے سے جھولتا ہوا زمین کی طرف گرتا تو میرے اعصاب تن جاتے ۔ اس پر میں کبھی قابو نہیں پا سکا۔"

ساحلی علاقوں پر گشت کے دوران برڈ اور اس کے ہوابازوں کو اکثر سمندر پر پرواز کرنی پڑتی ۔ وہ اتنی دور نکل جاتے کہ خشکی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ۔ ایسی پروازوں سے بحفاظت واپسی کا انحصار ہوابازوں کی "چھٹی" حس پر ہی ہوتا تھا۔ ظاہر ہے کہ ہوا باز کی جان کو شدید خطرہ تھا ۔ برڈ نے ببل سیکسٹنٹ (Bubble Sextant) نامی آلہ ایجاد کر کے اس خطرہ کا سدباب کیا۔ اس آلہ کی مدد سے سورج کی بلندی کی نسبت سے ہوا باز اپنی پوزیشن سے آگاہ ہو جاتا تھا۔

۱۹۱۸ء کے موسم گرما میں صرف ایک بار ہیلی فیکس کی بندرگاہ کے باہر دشمن آبدوز کی موجودگی کی اطلاع ملی۔ برڈ ماہر ہوا باز کی حیثیت سے بہ نفس

نفیس اس کے شکار کو چلا۔ مگر جب اس نے نیچی پرواز کر کے اس چیز کو دیکھا جسے آبدوز کی پیرا اسکوپ (Periscope) سمجھا گیا تھا تو معلوم ہوا کہ یہ دراصل کسی جہاز کا ٹوٹا ہوا مستول ہے جو پانی میں کھڑا تھا۔

اپنے ہوابازوں کے ساتھ طویل گشتی پروازوں کے علاوہ برڈ کے اور بھی مشاغل تھے۔ اب تک بحریہ کی طرف سے بحراوقیانوس کے آر پار پرواز کی منصوبہ کی کوئی سرکاری اطلاع نہیں ملی تھی اس لئے برڈ بحراوقیانوس پر فضائی راستوں کا مطالعہ کرتا رہا، سمندروں پر راستہ ڈھونڈنے کے مسائل سمجھتا رہا اور اس سفر کے لئے جن آلات، اور سامان کی ضرورت تھی ان کا تخمینہ لگاتا رہا۔ اس کے ساتھ ہی اس نے واشنگٹن میں بحریہ کے صدر دفتر کے نام خطوط کا تانتا باندھ دیا یہاں تک کہ اس نے یہ وعدہ لے لیا کہ جلد ہی اس کو یورپ کے محاذ پر بھیج دیا جائے گا۔

مگر ۱۱ نومبر ۱۹۱۸ء کو یورپ میں صلح ہوگئی لہذا اس کو اپنی کمان کینیڈا کے افسروں کے حوالے کر کے واشنگٹن میں حاضری کا حکم ملا۔ "مجھے اس کا شدید احساس تھا کہ میں نے اس جنگ میں کوئی نمایاں حصہ نہیں لیا تھا۔ برڈ نے اس دور کا ذکر کرتے ہوئے بعد میں بتایا۔ اس کے علاوہ اس کو یقین ہوگیا تھا کہ بحراوقیانوس کے پار پرواز کرنے کا منصوبہ "بھاپ بن کر اڑ گیا ہے کیونکہ امن کے زمانہ میں کوئی بھی ایسے سفر کے خطرات مول لینے کو تیار نہیں ہوگا"

جب برڈ اپنی یادوں پر غور کر رہا تھا تو اس کو ایڈمرل پیٹری کے الفاظ یاد آئے "خوش قسمتی سے مجھ کو اس کا علم نہیں تھا کہ تقدیر ایک اور وار کرنے والی ہے"۔ برڈ کو بھی اس وقت یہ پتہ نہیں تھا کہ اسے تقدیر کا یہ وار بھی سہنا ہے۔

واشنگٹن جاتے ہوئے راستہ میں برڈ کو معلوم ہوا کہ بحریہ نے بحر اوقیانوس پر پرواز کا منصوبہ منسوخ نہیں کیا تھا بلکہ اس کے برعکس جلد از جلد روانگی طے تھی — اس خبر سے برڈ کا دل سینے میں اچھلنے لگا۔ واشنگٹن کے یونین ریلوے اسٹیشن پر اترتے ہی وہ سیدھا بحریہ کے صدر دفتر گیا۔ اس نے پرسکون رہنے کی پوری کوشش کی — "میں حاضر ہوں" اس نے اطلاع دی۔

جواب میں اس کو دو احکام تھما دئے گئے۔ پہلا حکم یہ تھا کہ بحر اوقیانوس پر پرواز کی کمان کمانڈر جان ایچ ٹاورس کے "سپرد کی گئی ہے" اور پرواز فوراً ہی ہوگی۔ یہ حکم نامہ پڑھ کر برڈ کا دل خوشی سے ناچ اٹھا۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے کہ کمان کون کرے گا" اس نے سوچا "میں طیارہ میں تو موجود ہوں گا"

مگر جب اس نے دوسرا حکم نامہ پڑھا تو اس کی امیدوں پر اوس پڑ گئی۔ "جو افسر اور عملہ غیر ملکی ڈیوٹی پر مامور رہ چکے ہیں ان کو اوقیانوسی پرواز کی اجازت نہیں ہے۔ ان میں وہ بھی شامل ہیں جو کنیڈا میں فوجی فرائض انجام دے چکے ہیں"

مرے پر سو درے کے مصداق ایک اور حکم نامہ آگیا جس میں برڈ کو پنساکولا جانے کا حکم دیا گیا تھا۔

برڈ بد دل اور مایوس تو تھا ہی، انفلوئنزا کا شکار بھی ہو گیا جو ان دنوں وبائی صورت اختیار کر چکا تھا اور واشنگٹن میں ہزاروں انسان اس کا شکار ہو گئے تھے۔ ہسپتال کے بستر پر پڑے پڑے اس نے ان باتوں پر غور کرنا شروع کیا جن کی بنا پر اوقیانوسی پرواز میں اس کی شرکت اشد ضروری تھی۔ وجہ صرف یہ تھی کہ حقیقت میں اس سے زیادہ کسی کو سمندروں پر پرواز کے مسائل کا علم نہیں تھا۔ یہ خیال آتے ہی وہ بستر سے اٹھ کر لڑکھڑاتا ہوا ہسپتال کی راہ

داری سے گذر کر ٹیلی فون تک آ گیا۔ کمانڈر ٹاورس سے رابطہ قائم کر کے اس نے پوچھا:

"کیا آپ کو اس پرواز پر میری ضرورت ہے؟"

"بالکل ضرورت ہے" ادھر سے جواب آیا۔

یہ سنتے ہی برڈ نے اپنی بیماری کی پروا کئے بغیر اس کپتان کو ڈھونڈھ نکالا جس نے پنساکولا تبادلہ کے جاری کئے تھے۔ اس کمزور نوجوان کے دلائل سن کر کپتان کو اس پر ترس آ گیا۔

"اچھا بھئی اچھا۔ اگر ایسا ہی شوق ہے تو تم ابتدائی کام میں ٹاورس کا ہاتھ بٹاؤ مگر جہاں تک پرواز کا تعلق ہے تو اس کی اجازت تم کو کسی صورت میں نہیں مل سکتی" لرزتی ٹانگوں پر بمشکل کھڑے ہوئے برڈ نے اس کا شکریہ ادا کیا اور لوٹ پڑا۔

چنانچہ اوقیانوسی پرواز کے شعبہ میں برڈ کا تقرر ہوا بازی اور فضائی راہ پیمائی کے ماہر کی حیثیت سے ہو گیا۔ ۱۹۱۹ء کے موسم بہار میں اس کو معلوم ہوا کہ بحریہ (Nc - 1) ہی نہیں بلکہ اسی جیسے دو اور طیارے (Nc - 3) اور (Nc - 4) بھی اس پرواز پر بھیجنا چاہتی ہے ہر طیارہ کے بالائی پروں کی لمبائی ۱۲۶ فٹ اور ڈھانچہ کا طول ۶۳ فٹ تھا، ان کی پرواز کی رفتار پچھتر میل فی گھنٹہ تھی اور توقع تھی کہ یہ رکے بغیر ڈیڑھ ہزار میل کا فاصلہ طے کر سکیں گے۔ مگر سمندر کی چوڑائی اس سے زیادہ تھی اس لئے پرواز کو کئی حصوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ ہلی فیکس (نووا اسکوشیا) سے ٹرپیاسے (نیو فنڈلینڈ) وہاں سے ہورٹا (جزیرہ ازورس) اور پھر پرتگال یہ اس پرواز کی منزلیں تھیں۔

تینوں طیاروں کے راستے کا تعین برڈ کے لئے ایک پیچیدہ مسئلہ تھا۔

مثلاً تیز آندھی جہازوں کو اڑا کر راستے سے دور لے جاسکتی تھی جہاں ہوا باز راستہ بھول سکتے تھے۔ بحریہ نے اس مسئلہ کا یہ حل پیش کیا کہ یورپ کے راستہ پر سمندر میں ہر پچاس میل پر جنگی جہاز کھڑے کر دئے جائیں۔ برڈ کو اس پر یہ اعتراض تھا کہ جنگی جہازوں سے ہوا بازوں کو مدد تو مل جائے گی مگر یہ انتظام ہمیشہ نہیں کیا جاسکتا اس لئے کوئی مستقل حل بہرحال بہتر ہوگا برڈ نے اس مسئلہ کا حل خود ہی ڈھونڈھ لیا۔ اس نے ایک ایسا اشارہ نما ایجاد کیا جس سے ہوا بازوں کو پتہ چل جاتا تھا کہ وہ راستہ سے کتنی دور بھٹک گئے ہیں۔ اس اشارہ نما آلہ کا نام ڈرفٹ انڈیکیٹر (Drift indicator) رکھا گیا۔

ان طیاروں کو لانگ آئیلنڈ (Long Island) میں روکاوے (Rockaway) کے فضائی مستقر پر رکھا گیا تھا۔ یہاں سے طیاروں کو اس اڈے تک لے جانے میں جہاں سے پرواز کا آغاز ہوتا تھا بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ جہازوں کے پر ٹوٹ گئے، ٹنکیوں سے تیل بہنے لگا، عملہ کے لوگوں کے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے۔ ایک مرتبہ برڈ این۔سی ۴ (Nc - 4) پر پرواز کر کے اترا ہی تھا کہ طیارہ سے رڈر (Rudder) کے تار ٹوٹ گئے۔ اگر یہ تار صرف ایک منٹ پہلے ٹوٹ جاتے تو طیارہ ہوا میں ہی بکھر گیا ہوتا۔

۸ مئی ۱۹۱۹ء کو تینوں طیارے بالآخر ہیلی فیکس تک انیس گھنٹے کی پرواز کے لئے روانہ ہو گئے۔ ٹاورس نے برڈ کو مدعو کرتے ہوئے کہا۔ "آؤ۔ ٹریپاسے تک تو ساتھ چلو۔" سفر کے اس پہلے مرحلہ کو ٹاورس نے یوں بیان کیا ہے:۔

"برڈ (پرواز کے دوران) ساری سہ پہر اگلے اور پچھلے کاک پٹ کے چکر لگاتا رہا۔ کبھی دھواں پیدا کرنے والے بم جانچتا کبھی

(Sextan) آزما تا میرا کاک پٹ بہت بڑا نہیں تھا۔ اس پہ مستزاد یہ کہ اس میں سامان بھی اٹا ہوا تھا۔ نقشہ، نقشوں کی میز طیارہ کی پوزیشن معلوم کرنے اور راستے سے بھٹکنے کی پیمائش کے آلے، دوربینیں، گھڑیاں ہر طرف بکھری ہوئی تھیں ظاہر ہے کہ کتنی جگہ بچی ہوگی۔ میں ٹیلی فون کا چونگا سر پر پہنے کانوں سے لگائے بیٹھا تھا فون کے تار فرش پر بکھرے ہوئے تھے اور برڈ اور میں ان تاروں سے اور آپس میں ایک دوسرے سے خوب الجھتے۔ ایسا لگتا تھا جیسے زنجیروں سے بندھے ہوئے دو کتے الجھ گئے ہیں۔"

جب طیارے ٹریپا سے (نیو فنڈ لینڈ) پر اترے تو واشنگٹن بہت دور پیچھے رہ گیا اور برڈ کو امید ہو چلی تھی کہ اگر وہ پرواز کرنے والی جماعت میں شریک ہو گیا تو بحریہ پروا نہیں کرے گی۔ ٹاورس نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی مگر طیارہ اترنے کے ذرا دیر بعد ہی تار کے ذریعہ برڈ کو اطلاع ملی کہ وہ کسی صورت میں بھی پرواز پر نہیں جا سکتا۔ البتہ اس حکم کی سختی کو کم کرنے کے واسطے بحریہ نے اس کو اپنے چھوٹے غبارہ جہاز (ARI Deigiblah) C-5 پر مامور کر دیا جو ٹریپا سے کے قریب سینٹ جانس میں تھا۔

"لو میاں! آخر تمھیں موقع مل ہی گیا نا۔" ٹاورس نے یہ خبر سن کر کہا برڈ کو معلوم تھا کہ (C-5) کے ذریعہ بحر اوقیانوس کو پار کرنے کا کوئی بات ذکر آچکا تھا۔ "اور کچھ نہیں تو ہوا پر بہتے ہوئے پار ہو جانا۔"

برڈ کے تاثرات اس کے اپنے الفاظ میں یہ تھے کہ "میں سوچ رہا تھا کہ اگر میں اس پر (C-5) پر سوار ہو گیا اور وہ اڑ گیا تو میں جس معجزہ کی

آس لگائے بیٹھا ہوں رونما ہو جائے گا۔"

مگر برڈ کی تقدیر کی گردش جاری تھی۔ اگلے ہی دن اس کو یہ ریڈیو پیغام ملا: "شدید طوفان میں (C - 5) کی رسیاں ٹوٹ گئیں اسے ہوا اڑا لے گئی اس پر کوئی سوار نہیں ہے۔" اور یوں امید کی آخری کرن بھی تاریکی میں ڈوب گئی۔

۱۶ مئی کو برڈ نے یورپ کے لئے طیاروں کی روانگی میں مدد دی اور پھر وہ پہاڑی پر چڑھ کر ان کو بلند ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔ جب طیارے افق پر غائب ہو گئے تو برڈ شدت جذبات سے صرف سر ہلا کر رہ گیا۔

ان طیاروں میں سے نہ (Nc - 1) یورپ پہنچ سکا نہ (Nc - 3) دونوں طیارے سمندر میں گر کر تباہ ہو گئے البتہ ان کے عملہ کو بچا لیا گیا۔ ہاں Nc - 4 لفٹننٹ کمانڈر اے۔ سی۔ ریڈ (A. C. Ried) کے زیر کمان پندرہ گھنٹے کی پرواز کے جزیرہ ازورس میں ہورٹا پر اتر گیا۔ پھر کئی دن کے انتظار کے بعد یہ طیارہ دس گھنٹے کی پرواز کے بعد بہ حفاظت پرتگال پہنچ گیا۔ تاریخ میں پہلی بار ایک طیارہ نے اوقیانوس پار کر لیا تھا۔

جب برڈ واشنگٹن واپس آیا تو اس کے بھائی ٹام نے مشورہ دیا۔ "تم ہوا بازی چھوڑ کیوں نہیں دیتے؟" ٹام پہلی جنگ عظیم میں بڑے کارنامے سر کر چکا تھا اور ان دنوں وکالت کے ساتھ ساتھ ورجینیا میں سیبوں کی کاشت کر رہا تھا۔ "تم اکتیس برس کے ہو چکے ہو ڈک! اب کوئی کم خطرناک پیشہ اختیار کر لو تو اچھا ہے۔"

مگر برڈ نے ایک نہ سنی۔ وہ چاہتا تھا کہ طیاروں کی دفاعی اہمیت تسلیم کر لی جائے کیونکہ بحریہ کے اکثر امیر البحر اب تک ان کو محض کھلونا سمجھتے تھے

طیاروں کو ان کا صحیح مقام دلوانے کے لئے اس نے بحریہ میں ہوابازی کے شعبہ کے قیام سے متعلق ایک مسودۂ قانون تیار کیا جسے وہ ایڈمرل حضرات کی مخالفت کے باوجود بحریہ کے سکریٹری ڈینیلس کے پاس لے گیا۔

نارتھ کیرولائنا کے اس نیک دل انسان نے پہلے مسودہ پڑھا پھر پوچھا۔ "اب کیا ارادہ ہے؟"

"کانگریس[1] سے یہ قانون منظور کرانا چاہتا ہوں" برڈ نے بتایا۔

ڈینیلس ایک لمحہ کے لئے سوچ میں ڈوب گیا، پھر مسکرا کر بولا: "لاؤ تمھارے لئے ایک اچھا سا سفارشی خط لکھ دوں۔"

برڈ جب اپنا مسودۂ قانون لے کر کانگریس کے ایوان میں پہنچا تو اسے کچھ پتہ نہیں تھا کہ کانگریس میں کام کس طرح کیا جاتا ہے اور مسودہ کو قانون بننے تک کتنے مرحلوں سے گذرنا پڑتا ہے مگر جلد ہی وہ ان مسائل کا ماہر ہوگیا۔ سینٹ کا ایک ممبر اس بل کو سینٹ میں پیش کرنے پر تیار ہوگیا۔ ادھر ایک رکن نے ایوان نمائندگان میں بل پیش کرنے کی حامی بھرلی۔ خاص کمیٹی کے سامنے اور ایوان کے آگے مباحثوں اور تقریروں میں کئی نازک مقام آئے اور گزر گئے۔ برڈ نے کانگریس کے درجنوں ارکان کو اپنا ہم نوا بنانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی یہاں تک کہ قانون منظور کر لیا گیا اور بحریہ میں ہوابازی کا شعبہ قائم ہوگیا۔

اس کامیابی کے بعد جب کبھی بحریہ کو کوئی قانون منظور کرانا ہوتا، برڈ کی خدمات حاصل کی جاتیں۔

---

[1] امریکہ کے قانون ساز ادارے کو کانگریس کہتے ہیں۔ اسکے دو ایوان ہیں سینٹ (Senate) اور ایوانِ نمائندگان (House of Representatives)

برڈ کو امید تھی کہ بحریہ اب شاید اس کے احسان کا بدلہ چکائے، اس لئے اس نے بحر اوقیانوس کو تنہا پرواز کے ذریعہ پار کرنے کی اجازت مانگی اس کا ارادہ تھا کہ نیو فنڈ لینڈ سے انگلستان تک ۱۹۰۹ میل کا فاصلہ مدد کے بغیر طے کرے۔ نائب سکریٹری تھیوڈور روز ولٹ جونیئر اس درخواست پر چونک پڑا "ہائیں!۔ دنیا جانتی ہے کہ ہوائی جہازوں کے انجنوں کا کوئی بھروسہ نہیں ہے۔ ہم برڈ جیسے قیمتی انسان کو کھونا نہیں چاہتے۔"

لہٰذا بحریہ نے برڈ کی درخواست منظور کرنے کے بجائے یہ متبادل تجویز پیش کی کہ برڈ انگلستان جاکر غبارہ جہاز (ZR - 2) کی راہ پیمائی میں مدد کرے جس کو مدد کے بغیر پرواز کر کے امریکہ آنا تھا۔ برڈ نے اس کی درخواست تو نہیں کی تھی مگر وہ اس کام کے لئے تیار ہو گیا۔ (ZR - 2) انگلستان میں امریکی بحریہ کے لئے بنایا گیا تھا۔ اس کی لمبائی ۷۰۰ فٹ تھی اور قطر ۸۵ فٹ۔ اس وقت وہ دنیا کا سب سے بڑا غبارہ جہاز تھا۔ بحر اوقیانوس پر اس کی مدد کے بغیر کامیاب پرواز سے ہوائی سفر کے امکانات روشن ہو سکتے تھے۔

۲۰ اگست ۱۹۲۱ء کو برڈ لندن پہنچ گیا۔ وہاں پتہ چلا کہ ZR - 2 کی آزمائشی پرواز اگلے دن ہی ہونے والی ہے۔ برڈ نے ہاوڈن (Howden) کے فضائی مستقر کو فون کیا اور جہاز میں اپنی نشست محفوظ کرنے کی درخواست کی تو دوسرے سرے سے اطلاع ملی کہ جہاز میں جگہیں بہت کم ہیں، لیکن اس کے لئے بہر حال جگہ ملنے کا امکان ہے۔

برڈ تیر کی طرح اسٹیشن پہنچا مگر ہاوڈن کی گاڑی صرف دو منٹ پہلے نکل چکی تھی۔ یہ بدقسمتی پیچھا نہیں چھوڑتی۔ برڈ نے جھلا کر اپنے آپ سے کہا۔ بہر حال وہ اگلی گاڑی سے جب رات گئے ہاوڈن پہنچا تو تمام جگہیں پُر ہو چکی

تھیں۔ اس کی آمد دیر سے ہوئی تھی اور اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا سوائے اس کے کہ اوقیانوسی پرواز کا انتظار کیا جائے۔

مگر برڈ نے ایک اور ترکیب سوچی۔ جب غبارہ جہاز اپنے ہینگر سے باہر آئے تو اس پر سوار ہوا جا سکتا ہے۔ اس نے یہ بھی سنا کہ پرواز کے دوران ایک مستری کی ضرورت نہیں تھی پھر بھی اس کی جگہ حاصل کرنے درخواست کی۔

اس پر مستری نے احتجاج کیا جناب ”میں تو اپنے گھر والوں اور سارے سامان کو پہلے ہی پُلہم (Pulham) بھیج چکا ہوں اگر میں جہاز پر نہیں گیا تو سارا پروگرام درہم برہم ہو جائے گا“ برڈ بقول خود ملے جلے جذبات کے ساتھ اس عظیم اور چمکدار جہاز کو فضا میں بلند ہوتے ہوئے دیکھتا رہا۔

ZR - 2 کو رات بھر پرواز کرنی تھی۔ برڈ لندن واپس چلا گیا تاکہ دوسرے دن وہاں سے ریل کے ذریعہ اطمینان سے پُلہم پہنچ جائے۔ دوسری شام جب وہ لندن کے ریلوے اسٹیشن جا رہا تھا تو ایک آواز نے اس کے قدم پکڑ لئے۔ اخبار والا چلا رہا تھا ”ہوائی حادثہ — غبارہ جہاز کی تباہی — آئیے مہربان تفصیلات پڑھئے۔ ہوائی حادثہ کی تفصیلات — غبارہ جہاز گر گیا“

اخبار والے سے اخبار جھپٹتے ہی برڈ کو معلوم ہو گیا کہ خبر صحیح تھی ZR - 2 پرواز کے دوران ہی پھٹ گیا تھا اور جلتا ہوا ہل (Hull) کے قریب دریائے ہمبر (Hnmber) میں گر گیا تھا۔ اس پر سوار پچاس مسافروں میں سے صرف پانچ زندہ بچ سکے تھے — ہاؤڈین کی ریل پکڑنے میں دو منٹ کی تاخیر نے برڈ کی جان بچا لی تھی۔

چھٹا باب

قُطب شمالی کی پرواز

اکتوبر ۱۹۲۱ء میں برڈ نے اپنی تینتیسویں سالگرہ منائی۔ یہ تقریب اپنے ماضی اور زندگی کے راستے پر مڑ کر نظر ڈالنے کے لئے ایک مناسب موقع تھی۔ اس کے بیشتر دوست اپنے اپنے پیشوں میں کامیاب ہو چکے تھے اور مطمئن زندگیاں گزار رہے تھے مگر وہ جیسے اب تک اسی جگہ تھا جہاں سے سفر کا آغاز کیا تھا۔ جہاتی سیاحت کی پرانی تمنائیں پوری ہونے کا وقت بھی دور نظر آرہا تھا۔۔۔ ہوابازی کو آگے بڑھانے اور ترقی دینے میں اس کو کچھ کامیابی ضرور ہوئی تھی مگر خود اس کا کوئی کارنامہ نہیں تھا۔ مگر پھر بھی برڈ کو زیادہ افسوس نہیں تھا۔ اسے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن اس کی تقدیر پلٹا کھائے گی اور اس کے خواب شرمندۂ تعبیر ہوں گے۔ اس کا قول تھا کہ "اگر کوئی شخص کسی کام کے پیچھے پڑ جائے اور چھوڑے نہیں تو اس پر کامیابی کے دروازے ضرور کھل جاتے ہیں۔"

برڈ نے سب سے پہلے اپنی ذاتی زندگی کو منظم کرنا شروع کیا اور بحریہ سے درخواست کی کہ اس کو برائے خدمت عملی ڈیوٹی سے ہٹالیا جائے۔ امن کا دور دورہ تھا اس لئے اس کو لفٹننٹ کمانڈر کے عارضی عہدہ سے دوبارہ لفٹننٹ

بنا تھا۔ اس کے خاندان کے افراد میں اضافہ ہو رہا تھا اور کم تنخواہ میں گزارہ مشکل ہی نظر آتا تھا۔ اس کے علاوہ اس کی درخواست کا ایک اور محرک بھی تھا۔ اگر بحریہ کی دخل اندازی سے نجات مل جاتی تو ہوائی مہمات میں اس کی کامیابی کے روشن امکانات تھے۔ لیکن ان دنوں بحریہ سے متعلق کچھ قوانین کانگریس میں زیر غور تھے۔ چونکہ برڈ قانون سازی کا ماہر تھا اس لئے اس مرحلہ پر اس کو سبکدوش کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ برڈ کو قوانین کی منظوری تک روک لیا گیا اور برڈ اس عارضی فرض کی ادائیگی پر راضی ہو گیا۔

جب برڈ ان قوانین کی حمایت حاصل کرنے کے لئے کانگریس کے ارکان سے ملتا پھر رہا تھا تو اس کو پہلی مرتبہ یہ خیال آیا کہ بحریہ ملک کے طول و عرض میں زمانۂ امن کی ہوا بازی کے واسطے مخصوص اور زائد اڈے بنائے جن سے ایک تو جنگ کے تجربہ کار ہوابازوں کی مشق برقرار رہے گی دوسرے بھرتی بھی بڑھ جائے گی۔ برڈ پر یہ خیال اس قدر حاوی ہوا کہ کچھ عرصہ کے لئے بحریہ سے نکل کر شہری زندگی اختیار کرنے کا منصوبہ اس کے ذہن سے نکل گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کوئی عملی قدم اٹھاتا، کانگریس کا اجلاس ملتوی ہو گیا۔ تاہم وہ اپنا منصوبہ لے کر بحریہ کے اعلیٰ ترین حکام کے پاس گیا۔

برڈ کی بات سن کر انھوں نے کہا "منصوبہ تو بہت عمدہ ہے مگر ہم کیا کریں، ہمارے پاس اس کے لئے کوئی رقم نہیں۔ اس صورت میں تم کیا مشورہ دو گے؟"

"میں بحریہ کے ہوائی اڈے مفت بنا سکتا ہوں۔" برڈ نے کہا۔

"بنا کر دکھاؤ۔" جواب ملا۔

چنانچہ برڈ اگلے ہی دن ریاست میساچوسٹس میں سکوانٹم پہنچا جہاں پہلا مخصوص اڈا بنانے کی تجویز تھی۔ اس نے آتے ہی جنگ کے سابق ہوابازوں کو فوراً طلب کیا۔ اس کے بعد جو بحری جہاز قریب ہی لنگر انداز تھے ان کے عملہ سے رضاکار بھرتی کئے تاکہ طیاروں کے لئے رن وے اور ہینگر تعمیر ہو سکیں۔ ایک ٹال سے بے مصرف لکڑیاں مل گئیں، اوزار چندے کے طور پر جمع کر لئے گئے اور چند دنوں میں کسی نہ کسی طرح ایک ٹوٹے پھوٹے طیارے کی مرمت بھی کر لی گئی۔ اور ہوابازی کی تربیت شروع کر دی گئی۔

بحریہ کے افسر اس کارکردگی پر اچھل پڑے۔ برڈ نے بحریہ کی ریزرو فضائیہ کی بنیاد رکھ دی تھی لہٰذا بحریہ سے اس کو فی الحال سبکدوش کس طرح کیا جاسکتا تھا جبکہ اور اڈے بننے تھے، بلکہ کانگریس سے ان کے لئے رقم بھی حاصل کرنی تھی۔

۱۹۲۳ء کا پورا سال اسی کام کی نذر ہو گیا اور برڈ کو اپنے ذاتی منصوبوں کے بارے میں سوچنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔ اس دوران میں وہ صرف ایک بار عوام کی نظروں میں آیا ورنہ وہ خاموشی سے کام میں لگا رہا۔ عوام کی نظروں میں آنے کا واقعہ جنوری ۱۹۲۲ء میں پیش آیا جب واشنگٹن طوفانی برفباری کی گرفت میں تھا برڈ اپنی کار پر شہر سے باہر جا رہا تھا کہ پولیس کا ایک سپاہی کار روک کے پائیدان پر چڑھ گیا۔ "مجھے اٹھارویں گلی میں نکربوکر (Knicker Bocke) تھیٹر لے چلئے!" اس نے چلّا کر کہا۔ "تھیٹر کی چھت گر گئی ہے۔"

جب برڈ طوفان میں نہایت خطرناک رفتار سے گاڑی چلاتا ہوا تھیٹر پہنچا تو دیکھا کہ چھت برف کے بوجھ تلے بیٹھ گئی ہے۔ اپنے جسم و جان کی ذرہ برابر پروا کئے بغیر برڈ ملبہ میں پھنسے ہوئے لوگوں کو بچانے کے لئے ملبہ میں گھس گیا۔ اس کے پیچھے

تو وزن اٹھانے کی ورزش سے مضبوط تھے ہی لہٰذا وہ بڑے بڑے شہتیر اٹھا کر دبے ہوئے لوگوں کو نکالتا رہا۔ چار گھنٹے تک تاریکی میں وہ ہر انسانی پکار پر لبیک کہتا رہا، پولیس منع کرتی رہی، خطرہ سے خبردار کرتی رہی مگر برڈ سنی ان سنی کر کے کام میں لگا رہا۔

چھت گرنے سے اٹھانوے ۹۸ آدمی ہلاک ہو گئے تھے اور اگر برڈ نہ ہوتا تو خدا جانے اور کتنی جانیں گئی ہوتیں۔ اس کی کوششوں اور بہادری کو ان الفاظ میں سراہا گیا۔ "وہ ان کی سوجھ بوجھ، قوت فیصلہ تماشائیوں کو امدادی کاموں کے لئے منظم کرنے کی صلاحیت سے کئی زخمیوں کو ملبہ کے ڈھیر سے جلد نجات مل گئی۔" دوسرے سپاسنامہ کے الفاظ تھے "اس حادثہ کی رات کو ان کا طرز عمل غیر معمولی بہادری اور بہترین کارکردگی کا نمونہ تھا۔"

بالآخر بحریہ نے فیصلہ کر لیا کہ برڈ نے ریزرو (Reserve) فضائی مستقر بنانے میں جو نمایاں کام کیا ہے اس کے عوض اس کی مہم جوئی اور دنیا کے انجانے خطوں کی تلاش کے شوق کو پورا کر دینا چاہئے۔ برڈ جنوری ۱۹۲۴ء میں شکاگو کے گریٹ لیکس تربیتی مرکز (Greot Lakes Training Station) کی تنظیم کر رہا تھا کہ واشنگٹن سے بلاوا آگیا۔ بحریہ کے افسران نے بتایا کہ "صدر کولج (Coolidge) نے ہمارے نئے غبارہ جہاز شینانڈوا (Shenandoah) کے قطب شمالی پر پرواز کے منصوبے کو منظور کر لیا ہے۔ ہم چاہتے ہیں تم اس پرواز کی تیاریوں میں مدد بھی کرو اور خود بھی ساتھ جاؤ۔"

برڈ اگر ان کو یہ بتا دیتا کہ اب تک ہر مہم پر اس کی بدقسمتی کا سایہ پڑ گیا تھا اور اس مرتبہ بھی اس کا امکان تھا تو شاید وہ لوگ مسکرا دیتے۔ مگر ہوا یہی کہ برڈ کے بدترین اندیشے پورے ہو گئے۔ سخت طوفان آیا اور شینانڈوا کی طنابیں

ٹوٹ گئیں۔ اس میں عملے کے جو چند آدمی سوار تھے آٹھ گھنٹے تک زندگی اور موت کے درمیان معلق رہے اور جہاز کو شدید نقصان پہنچا۔ صدر کولج نے قطب شمالی کی پرواز منسوخ کر دی۔

یہ پرواز تو منسوخ ہو گئی مگر برڈ کے ذہن میں قطب شمالی پر پرواز کا تصور جم گیا۔ اس مہم سے اس کی وابستگی کی وجوہ تلاش کرنا مشکل نہیں۔ محرکات بڑے واضح تھے۔ بچپن میں اس نے اپنے روزنامچہ میں جو کچھ لکھا تھا وہ اس کی زندگی کا مقصد بن گیا تھا۔ دوسرے یہ کہ قطب شمالی پر کامیاب پرواز سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا وقار دنیا کی نظروں میں بلند ہو جائے گا، تیسری اہم بات یہ تھی کہ اس طرح لوگوں کے دلوں میں ہوائی سفر کے بارے میں جو شکوک تھے وہ بڑی حد تک رفع ہو سکتے تھے۔

انجانے علاقہ کی اس مہم کی خاطر برڈ نے بحریہ سے سبکدوشی حاصل کر لی۔ فوجی ذمہ داریوں سے نجات حاصل کرنے کے بعد اس نے غیر سرکاری ذرائع سے مہم کے واسطے مدد مانگی۔ سب سے پہلے جو شخص اس کی مدد کو بڑھا وہ کپتان بوب بارٹلٹ تھا جو "روز ولٹ" جہاز کا کپتان رہ چکا تھا جس پر ایڈمرل پیئری نے قطب شمالی کا بحری سفر کیا تھا۔ مہم کے لئے رقم کا بندوبست آسان نہیں تھا۔ کیونکہ برڈ کو دوسروں کے آگے ہاتھ پھیلانے میں تامل تھا۔ پھر بھی مجبور ہو کر وہ ڈٹرائٹ [Det Riot] گیا اور ہنری فورڈ کے بیٹے ایڈسل فورڈ کے دفتر میں گھس گیا اور پندرہ ہزار ڈالر کا وعدہ لے کر ہی باہر نکلا۔ جان ڈی۔ راکے فیلر، جونیئر نے بھی اتنی ہی رقم چندہ میں دینے کا وعدہ کر لیا۔

ان چندوں کے باوجود اتنی رقم جمع نہیں ہو سکی کہ جو طیارے خریدے جا سکتے۔ خوش قسمتی سے صدر کولج کو برڈ کی پریشانی کی اطلاع مل گئی اور انہوں نے

تین سرکاری آبی طیاروں میں سے دو اس مہم کے واسطے برڈ کو دے دیئے۔ اب برڈ تیاریوں میں ہمہ تن مصروف ہو گیا۔ سامان جمع کرنا تھا، اس کی جانچ پڑتال اور آزمائش کرنی تھی، عملہ کو تربیت دینی تھی، سفر کے منصوبہ پر ہر پہلو سے غور کرنا تھا کہ غلطی کا امکان نہ رہے۔ برڈ کا قول تھا کہ "مہمات پر خطرے صرف اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ منصوبہ بندی میں کسر رہ جاتی ہے۔"

اس مرحلہ پر ایک اور مسئلہ پیدا ہو گیا۔ برڈ اپنی تیاریوں میں منہمک تھا کہ اس کو پتہ چلا کہ ایک اور سیاح ڈانلڈ بی میکملن گرین لینڈ کے جنوبی اور مغربی حصوں کے تفتیشی سفر کی تیاریاں کر رہا ہے۔ برڈ گرین لینڈ کے شمالی مغربی گوشہ پر اپنا مستقر بنانا چاہتا تھا جہاں سے وہ خط آرکٹک [Arctic Circle] کے شمال میں دس لاکھ مربع میل کے علاقے پر پرواز کرنا چاہتا تھا۔ برڈ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ سمندر میں اگر خشکی کا کوئی ٹکڑا نظر آ گیا تو وہاں رسد اور پٹرول کے لئے ذخیرہ جمع کرلے اور وہاں سے قطب شمالی پر پرواز کے لئے روانہ ہو۔ ان ارادوں کے پیش نظر برڈ کا خیال تھا کہ میکملن اور اس کے درمیان رقابت پیدا ہونے کی کوئی وجہ نہیں ہے مگر بحریہ نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر برڈ ان کے طیارے استعمال کرے گا تو اس شرط پر کہ وہ میکملن کے ساتھ جائے گا اور یہی نہیں بلکہ میکملن مہم کا سربراہ بھی ہوگا۔

یہ صورت حال برڈ کے لئے افسوسناک تھی مگر وہ شکایت نہیں کر سکتا تھا اس نے اپنی رضامندی دے دی اور ۲۰ جون ۱۹۲۵ء کو یہ مشترکہ مہم مین [Maine] کے ساحل سے "پیئری" نامی جہاز پر شمالی گرین لینڈ کے مقام ایٹا [Etah] کے تین ہزار میل کے سفر پر روانہ ہو گئی۔

"ایٹا" کے لغوی معنی ہیں "آندھیوں کی جگہ" اور یہ شمال میں آخری اسکیمو آبادی ہے۔ جب مہم یہاں پہنچی تو آبنائے اسمتھ ساؤنڈ (Smith Sound) کے اسکیمو باشندوں

اور برڈ کے عملہ نے ان ڈبوں کی لکڑی سے ایک رن وے بنالیا جن میں ہوائی جہازوں کے پر بند تھے۔ رن وے پتھریلے ساحل پر واقع تھا جس کے بارے میں برڈ کا کہنا ہے کہ وہ ایٹا کے نواح میں اس سے بہتر ساحل اور کوئی نہیں تھا مگر میں نے اپنی زندگی میں اس سے بدتر ساحل نہیں دیکھا۔ سردی کے باوجود کام تیزی سے جاری رہا کیونکہ سورج چوبیس گھنٹے چمکتا رہتا تھا۔

برڈ اپنی تربیت کی وجہ سے مکمل منصوبہ بندی کی اہمیت سے کماحقہ واقف ہو گیا تھا، اسی لئے وہ اپنے ساتھ نامہ بر کبوتر بھی لایا تھا تاکہ اگر کسی دور دراز ویرانہ میں جہاز بمجبوراً اتارنا ہی پڑے تو ایٹا کے مستقر پر اطلاع پہنچ جائے۔ مگر جب اس نے دس کبوتر آزمائشی طور پر چھوڑے تو ان میں سے چھ کو آرکٹک کے بڑے عقابوں نے مار دیا۔ برڈ کو ایک اور غیر متوقع ناکامی بھی ہوئی۔ اس علاقہ کے بارے میں معلومات اتنی کم تھیں کہ برڈ نے موسم گرما کی باقی ماندہ مدت کا جو اندازہ لگایا تھا وہ غلط نکلا اسے یہاں پہنچتے پہنچتے اتنی دیر ہو گئی تھی کہ گرما کے محض پندرہ دن باقی رہ گئے تھے۔ اور ان میں بھی صرف تین دن ایسے تھے جن میں پرواز ممکن تھی۔

لہٰذا برڈ سمجھ گیا کہ اگر قطب شمالی پر پرواز کرنی ہی ہے تو دوسری مہم لانی پڑے گی۔ قیمتی وقت گذرتا جا رہا تھا اس لئے برڈ نے قطب شمالی کے راستے پر جہاز اتارنے کے لئے مناسب مقامات تلاش کرنے کے لئے کئی مشاہداتی پروازیں کیں۔ برڈ اور اس کے ہوابازوں نے تیس ہزار مربع میل علاقہ دیکھ ڈالا مگر کوئی مناسب جگہ نظر نہ آئی۔ زمین اس قدر سنگلاخ اور ناہموار تھی کہ جہاز نہیں اتر سکتے تھے۔

جہاں تک برڈ کے حوصلوں اور امنگوں کا سوال تھا یہ مہم ناکام ہو گئی تھی مگر اس کے باوجود مفید ضرور ثابت ہوئی کیونکہ اس سے برڈ کو حاصل ہوئیں جن

سے اُس نے اگلی مہم میں فائدہ اُٹھایا یہ بھی پتہ چل گیا کہ قطب شمالی پر پرواز شروع کرنے کے لئے ایٹا کا مستقر مناسب نہیں رہے گا بلکہ کوئی اور محفوظ اڈّا بنانا پڑے گا۔

اس سفر سے برڈ کو سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ طیاروں کے ایک مستری فلائڈ بینیٹ [Floyd Bennet] سے اس کی دوستی ہوگئی۔ بینٹ بحریہ میں ملاح بھرتی ہوا تھا اور کئی جنگی جہازوں پر کام کر چکا تھا۔ بینیٹ جن لوگوں کے ساتھ کام کر چکا تھا ان کے نزدیک وہ کوئی غیر معمولی انسان نہیں تھا مگر برڈ نے صرف اس کے اندر چھپے ہوئے انسان کو ہی نہیں دیکھا بلکہ اس کے اس کی چھپی ہوئی خوبیوں کو ابھار کر ان سے کام لیا۔

میکملن کی مہم میں فلائڈ بینیٹ ماہر ہواباز کے علاوہ بہت بہادر ثابت ہوا۔ راستہ ڈھونڈتے ہوئے سمت کے تعین میں اس کی چھٹی حس بہت تیز تھی۔ طیارہ اس طرح اڑاتا جیسے کھلونے سے کھیل رہا ہو۔ برڈ کی طرح وہ بھی پیدائشی طور پر نڈر تھا۔ مثال کے طور پر ایٹا سے ایک پرواز پر روانہ ہو جانے کے بعد اسے پتہ چلا کہ ایک ٹنکی کا پٹرول خطرناک حد تک گرم ہوگیا ہے۔ برڈ کو جو اس سفر پر اس کے ساتھ تھا یقین ہو گیا کہ بس ٹنکی پھٹ جائے گی اور جہاز تباہ ہو جائے گا مگر بینیٹ کچھ کہے سنے بغیر اپنی سیٹ سے اٹھا اور گرجتے طوفان میں اڑتے ہوئے جہاز کے پر سے رینگتا ہوا ٹنکی تک پہنچا اور اس کا ڈھکنا کھول دیا تاکہ دباؤ کم ہو جائے۔

اس مہم پر برڈ اور بینیٹ کی اہم ترین پرواز قطب شمالی کی طرف نہیں تھی بلکہ یہ معلوم کرنے کے لئے تھی کہ طیارے زیادہ سے زیادہ کتنا فاصلہ طے کر سکتے ہیں اور کتنی بلندی تک پرواز کر سکتے ہیں۔ گرین لینڈ کی "برفانی ٹوپی" پر یہ پہلا انسانی سفر تھا۔ "برفانی ٹوپی" کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ گرین لینڈ کا یہ علاقہ برف کی

ایک میل سے زیادہ موٹی تہہ سے ڈھکا ہوا ہے۔ دوسرے الفاظ میں یہ برفانی چادر ایک میل اونچی ہے۔ اس سفر میں طیاروں کی کارگزدگی سے برڈ اس قدر متاثر ہوا کہ اسے یقین ہو گیا کہ "ہوابازی کے ذریعہ ہی انسان اس برف پوش علاقہ کو زیر کر سکتا ہے۔"

۱۹۲۶ء کا سال آتے ہی شمال کے منجمد علاقوں کے مسافروں میں برڈ کے علاوہ ایک اور نام بھی شامل ہو گیا۔ کپتان جارج ولکنس [George Wilkins] الاسکا میں نوم [Nome] کے مقام پر طیاروں اور برفستانی کتوں، سمیت اچھے موسم کا منتظر تھا۔ اُدھر ناروے میں کپتان روالڈ ایمنڈسن جو ۱۹۱۱ء کے دسمبر میں قطب جنوبی پہنچنے والا پہلا انسان تھا اب غبارہ جہاز کے ذریعہ قطب شمالی کے سفر کی تیاریوں مصروف تھا۔ ان تینوں میں مقابلہ تھا کہ کون منزل پر پہلے پہنچے گا۔

قطب شمالی تک پرواز کے لئے تین مقامات میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا جا سکتا تھا۔ سب سے پہلے الاسکا کے انتہائی شمالی سرے پر پوائنٹ بیرو [Point Barrow] جو قطب شمالی سے کافی دور تھا، اور ایک مشکل یہ بھی تھی کہ بحری جہاز گرمیوں میں برف پگھلنے کے بعد ہی وہاں پہنچ سکتے تھے۔ دوسرے اس جگہ پرواز بھی خطرناک تھی کیونکہ سمندر پر غضب کا کہر چھایا رہتا تھا۔ دوسری جگہ ایٹا تھی جس کا فاصلہ قطب شمالی سے پوائنٹ بیرو کے مقابلہ میں چار سو میل کم تھا مگر پچھلی بار برڈ کو تجربہ ہو چکا تھا کہ طیاروں کے واسطے رن وے بنانے کے لئے یہاں کوئی محفوظ جگہ نہیں تھی۔ لہٰذا لے دے کر تیسری جگہ اسپٹز برگن (Spitz - Bergen) ہی رہ جاتی تھی جہاں کنگس بے (Kings Bay] پر مستقر بہ خوبی تعمیر ہو سکتا تھا۔ یہاں سے قطب شمالی محض ساڑھے سات سو

میل دور تھا۔ سب سے بڑا فائدہ یہ تھا کہ یہاں گلف اسٹریم نامی گرم سمندری رو سے برف جلد پگھل جاتی تھی جس کی وجہ سے بحری راستہ اپریل سے ہی کھل جاتا تھا۔

برڈ نے ارادہ کر لیا تھا کہ آپ کے حکومت سے کوئی امداد قبول نہیں کرے گا۔ بلکہ یہ ایک غیر سرکاری اور نجی مہم ہوگی جس کے تمام اخراجات وہ خود اٹھائے گا۔ چونکہ اس کے پاس رقم نہیں تھی اس لئے اس کا مطلب یہ ہوا کہ اُسے دوسروں سے روپیہ مانگنا ہوگا۔ اسے یہ طریقۂ کار پسند نہیں تھا، مگر وہ اس کے لئے مجبور تھا۔ جب اس نے اپنی مہم کے لئے چندے کی فراہمی شروع کی تو اسے معلوم ہوا کہ اُس کے بہت سے دوست اور مددگار ہیں۔ برڈ نے تین انجنوں والا طیارہ خریدا جس کا نام اس نے اپنے سب سے بڑے مددگار ایڈسل فورڈ کی بیٹی کے نام پر جوزفین فورڈ رکھا۔ "شانتیے" [Chantier] نامی ایک چھوٹا سا بحری جہاز بھی عارضی طور پر مل گیا جس پر چھیالیس آدمیوں کا عملہ تھا اور ان میں سے زیادہ تر تنخواہ کے بغیر کام کرنے پر تیار ہو گئے۔ کچھ تاجروں سے کھانے کا سامان مل گیا، دوسروں نے تیل، کوئلہ، لباس اور دوسرا سامان دیا۔ دوسری ضروریات کے لئے برڈ نے چندہ کے ذریعہ ایک لاکھ ڈالر جمع کر لئے مگر پھر بھی روانگی کے وقت اس پر بیس ہزار ڈالر کا قرض تھا۔ برڈ کا ارادہ تھا کہ واپسی پر اپنی مہم کے بارے میں اخباری مضامین لکھ کر اُن کے معاوضہ سے قرض چکا دے گا۔

برڈ کا ارادہ تو پہلے روانہ ہونے کا تھا مگر "شانتیے" نیویارک سے ۵ اپریل ۱۹۲۶ء کو روانہ ہو سکا۔ ۲۹ اپریل کو یہ مہم جب اسپٹز برگن میں

کنگس بے پہنچی تو وہاں ایمنڈسن کا عملہ اطالوی غبارہ جہاز "نورگے" کا منتظر تھا۔ سوال سبقت لے جانے کا تھا اس لئے کام پوری رفتار سے شروع ہوگیا۔

شروع سے ہی مشکلات پیدا ہونے لگیں۔ بندرگاہ میں ابھی تک برف کے تودے پھنسے ہوئے تھے اس لئے وہ "شانتیے" ساحل سے تو سو گز پرہی کھڑا ہو سکتا تھا۔ سوال یہ تھا کہ طیارے کو ساحل پر کس طرح پہنچایا جائے برڈ نے بلا تاخیر شانتیے کی وہیل کے شکار کی چاروں کشتیاں پانی پر اتاریں ان پر تختے باندھ کر بیڑا بنایا اور اپنا بڑا طیارہ اس پر اتار دیا۔ اب ملاحوں نے بیڑے کو ساحل کی طرف کھینا شروع کیا اور برف کے تودوں سے بچتے ہوئے بڑھنے لگے۔ راستے میں جب ایک بڑا تودہ حائل ہونے لگا تو برڈ نے اسے بارود سے اڑا دیا۔ برڈ کا کہنا ہے کہ "جب ہم ساحلی برف پر پہنچ گئے تو میری جان میں جان آئی" ابھی ایک اور مرحلہ باقی تھا۔ طیارے کو ایک پہاڑی پر چڑھاکر پورے ایک میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد ہوائی اڈا پر لے جانا تھا۔ مگر جو آدمی جہاز کو یہاں تک لے آئے تھے ان کے لئے یہ کوئی بڑا کام نہیں تھا۔

برڈ، فلائڈ بینیٹ اور دوسرے لوگ تیاریوں کے دوران مشکل سے پانچ گھنٹے روزانہ سوتے تھے۔ سب سے کٹھن کام میدان کی برف کو ہموار کرکے رن وے بنانا تھا۔ چونکہ چکنی برف پر طیارہ کے پہیے بیکار تھے اس لئے ان کی جگہ برف پر پھسلنے والے تختے یعنی اِسکی (Ski) کا جوڑا لگایا گیا لیکن یکے بعد دیگرے تین جوڑے ٹوٹ گئے۔ بالآخر کشتیوں کے پتوار جوڑ کر "اِسکی" بنائی گئی تب طیارہ فضا میں بلند ہو سکا۔

برف پر سے فضا میں بلند ہونا بھی ایک مسئلہ تھا۔ سطح ابھی تک ناہموار

تھی اور "اسکی" کے تختے برف سے اس طرح چپک جاتے کہ چھوٹتے ہی نہیں تھے۔ ایک دن طیارہ فضا میں بلند نہیں ہوا بلکہ رن وے سے گزر کر برف کے تودے میں دھنس گیا۔ چوٹ نہ تو برڈ کے آئی نہ بینیٹ کے مگر جہاز کے ٹوٹنے کے تصور سے ہی دلوں میں پنکھے لگ گئے۔ جب پتہ چلا کہ جہاز کو کوئی نقصان نہیں پہنچا ہے تو دم میں دم آیا۔

۹ مئی کو ماہرِ موسمیات نے اطلاع دی کہ آج کا دن پرواز کے لئے بہت عمدہ ہے۔ حالانکہ برڈ اور بینیٹ نے پچھلے چھتیس گھنٹوں سے جھپکی تک نہ لی تھی مگر وہ پرواز پر آمادہ ہو گئے۔ بینیٹ نے کہا "پرواز ابھی ہو گئی تو ہو گئی۔ یا تو ہم جوزفین فورڈ کو اڑا لے جائیں گے یا تباہ ہو جائیں گے۔" انکی تکان کے پیشِ نظر کچھ لوگوں نے ان کو پندرہ سو میل کے اس تھکا دینے والے سفر سے باز رکھنے کی کوشش بھی کی مگر ڈر یہ تھا کہ اگر طیارہ گر گیا تو زندہ بچنے کی صورت میں واپسی میں کم از کم دو برس تو لگ ہی جائیں گے۔ کل دس ہفتوں کی رسد ساتھ تھی جس کے ختم ہو جانے کے بعد سیل مچھلیوں اور برفانی ریچھ کے شکار سے ہی پیٹ کی آگ بجھائی جا سکتی تھی۔ یہ سب سوچ کر برڈ نے فیصلہ کر لیا۔

"چلو۔۔۔" اس نے حکم دیا۔

طیارہ آسانی سے فضا میں بلند ہو گیا۔ برڈ اور بینیٹ باری باری جہاز اڑا رہے تھے۔ چونکہ مقناطیسی قطب شمالی جس کا اثر قطب نما کی سوئی پر پڑتا تھا اصل قطب سے ایک ہزار میل دور بوتھیا جزیرہ نما پر تھا اس لئے مروجہ قطب نما ان کے لئے بیکار تھا۔ اس کی جگہ وہ شمسی قطب نما استعمال کر رہے تھے جو سورج کے رخ سے سمت کا تعین کرتا تھا۔ اس کے علاوہ برڈ کا ایجاد کردہ ڈرفٹ انڈیکیٹر بھی کام کر رہا تھا اس طرح وہ طوفانی ہوا کے تھپیڑوں کے باوجود

طیارے کو صحیح سمت پر اڑائے لئے جا رہے تھے۔

پرواز دو ہزار فٹ کی بلندی پر ہو رہی تھی اور گو پچاس میل دور تک منظر بالکل صاف تھا مگر خشکی کا کوئی نشان نظر نہیں آیا۔ نیچے یا تو پانی تھا یا برف کے تودے۔ وہ علاقے بھی نظر آئے جہاں تک قطب شمالی تک جانے کی کوشش میں بہادر انسانوں کے قدم پہنچ چکے تھے۔ آرکٹک میں کہیں خشکی نہیں تھی یہ سارا سمندر تھا جس میں کسی جگہ جہاں تمام طول البلد ملتے تھے قطب شمالی واقع تھا۔

برڈ کے حساب سے منزل ایک گھنٹے کے بعد آنے والی تھی کہ ان کو ایک زبردست فیصلہ کرنا پڑا۔ برڈ کی نظر اتفاقاً کھڑکی سے باہر جو پڑی تو ایک انجن سے پٹرول بہتا ہوا نظر آیا۔ برڈ نے بینیٹ کو بتایا۔

"اسی جگہ جہاز اتار کر مرمت کئے لیتے ہیں" بینیٹ نے یہ مشورہ دیا "ورنہ یہ انجن رک جائے گا"

برڈ نے پٹرول کی مقدار بتانے والے آلہ کو دیکھتے ہوئے بے چینی سے کہا "چلے چلو۔ جب اترنا ہی ٹھیرا تو قطب شمالی کے اور نزدیک اترنے میں کیا حرج ہے"

ہر لمحہ انجن رک جانے کا دھڑکا لگا ہوا تھا مگر وہ شمال کی سمت بڑھتے ہی گئے۔ ۹ مئی کو صبح کے نو بج کر دو منٹ پر برڈ نے حساب لگا کر دفعتاً اعلان کیا کہ وہ قطب شمالی پر پہنچ چکے ہیں۔ انھوں نے اس مقام کے چاروں طرف ایک طویل چکر لگایا تاکہ قطب کے اوپر پرواز کا یقین ہو جائے۔ اس وقت انکے دلوں میں جذبات کا کوئی حشر بپا نہیں ہوا بلکہ برڈ تو بقول خود بہت "غیر جذباتی" اور "غیر شخصی" انداز میں سوچ رہا تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد انھوں نے واپسی اختیار کی۔ قطب شمالی کے اوپر پرواز کے خیال نے ان کی توجہ انجن سے بہنے والے تیل کی طرف سے ہٹا دی تھی، لیکن اب ان کی توجہ دوبارہ اپنے اسی فوری مسئلہ پر مرکوز ہوگئی۔۔۔ اور پھر جیسے ایک معجزہ رونما ہوا! اچانک تیل بہنا بند ہوگیا۔ ہوا یہ تھا کہ ٹنکی کا ایک پیچ کھل گیا تھا اور پٹرول سوراخ سے بہنے لگا تھا۔ جب ٹنکی میں پٹرول کی سطح سوراخ کے نیچے گر گئی تو تیل کا بہاؤ خود بخود رک گیا۔

جونہی طیارہ کنگس بے پہنچا شائقین نے ایک تیز سیٹی بجاکر ان کا استقبال کیا۔ جب برڈ اور بینیٹ جہاز سے اترے تو ان کے ساتھیوں نے ان کو کاندھوں پر اٹھالیا اور ہنستے گاتے لے کر چلے۔

کپتان ایمنڈسن نے بڑی فراخ دلی سے برڈ کو مبارک باد دی اور پوچھا "اب کدھر کا ارادہ ہے؟"

"قطب جنوبی ۔۔" برڈ نے فوراً جواب دیا۔

"مشکل تو ہے،" ایمنڈسن بولا۔ "مگر ناممکن نہیں ۔۔۔"

برڈ کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں تھی کہ قطب شمالی کی پرواز سے اس کا نام گھر گھر مشہور ہو جائے گا۔ امریکہ کے سارے اخبارات اس کے کارنامے کی خبروں سے پٹے پڑے تھے اور "نیو یارک ٹائمز" نے اس خبر کو پہلے صفحہ پر شائع کرتے ہوئے یہ سرخیاں لگائی تھیں:۔

"برڈ قطب شمالی پر پرواز کرکے واپس آگیا"

کنگس بے سے پندرہ گھنٹے اکاون منٹ کا واپسی سفر، دُنیا کی چھت پر کئی چکر لگائے۔

جب ہم امریکہ واپس آئے تو برڈ اور بینیٹ کا شاندار خیر مقدم کیا گیا۔

نیویارک میں ان کا جلوس شہر کی تاریخ کا سب سے بڑا جلوس تھا امریکی کانگریس نے ان کو اپنا تمغۂ اعزاز عطا کیا۔ صدر کولج نے اس پرواز کا ذکر کرتے ہوئے کہا "ان انجانی فضاؤں میں پرواز کرنے والے اس انسان کی جرأت قابلِ داد ہے اس انسان کا یہ کارنامہ ان سائنسی مسئلوں کا پیش رو ہے جو اب تک دشوار نظر آرہی تھیں مگر اب ہوائی جہاز کی افادیت کے اس حتمی ثبوت کے بعد ممکن ہو گئی ہیں۔"

برڈ کے بھائی ہیری نے جو اب ورجینیا کا گورنر تھا اس کو وطن میں خوش آمدید کہا۔ مگر برڈ کو سب سے زیادہ خوشی ۱۳ جولائی کو ونچسٹر جانے پر ہوئی۔ اپنے شہر کے لوگوں کے نزدیک وہ اب بھی "ننھا ڈک" تھا اور بہت سے لوگوں نے اسے بتایا کہ اس کے بچپن کی باتوں کو دیکھ کر انھوں نے اس سے ایسے کارناموں کی توقعات وابستہ کر رکھی تھیں۔

ساتواں باب

بحراوقیانوس پر پرواز

اگرچہ برڈ نے ایمنڈسن سے قطب جنوبی کے سفر کا ذکر کر دیا تھا مگر اس سے پہلے وہ ایک اور دیرینہ تمنا پوری کرنا چاہتا تھا۔ وہ بحراوقیانوس پر پرواز کرکے یورپ پہنچنا چاہتا تھا۔

۱۹۱۹ء میں این سی۔۴ (NC - 4) نے یہ سفر چار منزلوں میں طے کیا تھا۔ اس کے بعد اسی سال آر۔۳۴ (R - 34) نامی برطانوی غبارہ جہاز انگلستان سے نیویارک تک کی واپسی پرواز کر چکا تھا اب برڈ نیویارک سے یورپ تک رُکے بغیر پرواز کرنا چاہتا تھا۔

جب قطب شمالی پر کامیاب پرواز کے بعد پیدا ہونے والا شور ذرا دب گیا تو برڈ اور بینیٹ نے بحراوقیانوس پار کرنے کے لئے منصوبہ بندی شروع کی۔ انہی دنوں کانگریس نے ایک خاص قانون منظور کرکے برڈ کو بحریہ کے سبکدوش افسروں میں کمانڈر بنا دیا اور بینیٹ کو وارنٹ مشینسٹ [Warrant Machinist] کے عہدے پر ترقی دے دی۔ بینیٹ کو ہوابازی کی دنیا میں ملک کا بہترین ہواباز مان لیا گیا تھا اس لئے اس کی یہ ترقی معمولی چیز تھی۔

برڈ اور بینیٹ نے ہوا بازی کے ماہرین سے اپنی مہم پر تبادلہ خیالات کیا تو ماہرین نے ان کو ایک انجن کے طیارے پر سفر کرنے کا مشورہ دیا۔ انکے نزدیک ایک انجن والے طیارہ کا حلقۂ پرواز بھی وسیع تھا اور ایک سے زیادہ انجنوں والے طیاروں کی نسبت اس کو اڑانا آسان بھی تھا اور سستا بھی۔

مگر برڈ نے اعتراض جڑ دیا "میں تین انجن والے جہاز میں جانا چاہتا ہوں۔ ایک انجن والے جہاز پر سفر بھی کوئی سفر ہے۔ طویل فاصلوں کے لئے ایسی پرواز کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔ میری خواہش دراصل یہ ہے کہ کسی طرح بحر اوقیانوس پر تجارتی پروازیں شروع ہو جائیں"

روڈمین وانا میکر (Rodman Wanamaker) جو تاجر ہونے کے علاوہ ہوا بازی کا بڑا شوقین تھا برڈ کو ایک ایسا طیارہ مہیا کرنے کے لئے تیار ہو گیا جو اس کی ضرورتوں اور خواہش کے مطابق ہو۔ برڈ یہ طیارہ اپنے منصوبوں اور ذہنی خاکہ کے مطابق بنوا سکتا تھا۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط بھی لگا دی کہ برڈ اور بینیٹ پیرس تک جائیں۔ اس کا خیال تھا کہ اس طرح فرانس اور امریکہ کے درمیان خیر سگالی بڑھے گی۔ وانا میکر نے جہاز کا نام "امریکہ" رکھنے پر زور دیا۔

"امریکہ" کی تعمیر ۱۹۲۶ء کے آخر میں شروع ہوئی۔ منصوبہ کے مطابق اس کے پروں کا پھیلاؤ ۷۱ فٹ تھا۔ برڈ بینیٹ کے علاوہ تین چار اور لوگوں کو بھی ساتھ لے جانا چاہتا تھا تاکہ مسافروں کے لئے ہوائی سفر کی آسانیاں ثابت ہو جائیں اس لئے طیارے کی جسامت بھی بڑھا دی گئی تاکہ خصوصی حفاظتی سامان بھی ساتھ جا سکے۔

مہینوں برڈ اس پرواز کی تفصیلات طے کرنے میں لگا رہا۔ ہر

بات کا خیال رکھا گیا تاکہ کامیابی کے امکانات یقین کی حد تک پہنچ جائیں۔
اس نے بارہ سو گیلن کی پٹرول کی ٹنکی بنائی جس میں جہاز گرنے کی صورت میں چٹکی بجاتے ہی پٹرول بہا دینے کے لئے تاریخ کا وہ اولین والو لگا تھا جس کو ڈمپ والو [Dump Valve] کہا جاتا ہے۔ اس ٹنکی میں اس بات کا بھی لحاظ رکھا گیا تھا کہ اگر طیارہ کو پانی پر اترنا پڑے تو ٹنکی تیرتی رہے۔
برڈ نے ایک طاقتور ریڈیو اور ایک خود کار ٹرانسمیٹر بھی ساتھ لیجانے کا انتظام کیا جو چھ چھ سکنڈ کے وقفوں سے اطلانٹک کے پار ریڈیائی اشارے (سگنل) بھیجتا رہے۔ یہ آلے خاص طور پر پانی کی دست برد سے محفوظ کر دئے گئے تھے ان کے علاوہ ربڑ کی بنی ہوئی خاص قسم کی کشتیاں بھی تھیں جن میں آسانی سے ہوا بھری جا سکتی تھی۔ اس کے علاوہ جس قسم کی غذا، لباس اور پیغام رسانی کے آلے برے وقت پر کام آسکتے تھے مہیا کر دئے گئے تھے۔ برڈ کے اصرار پر امریکی محکمہ موسمیات نے شمالی بحر اوقیانوس کے موسمیاتی نقشے بنانے شروع کر دیے تھے۔

۱۹۲۷ء کے شروع میں بحر اوقیانوس کی اس پہلی ایک جست کی پرواز سے لوگوں کی دلچسپی بڑھنے لگی ایک ہی پرواز میں پیرس پہنچنے والے پہلے طیارہ کے لئے پچیس ہزار ڈالر کے اورٹاگ انعام (Orteig Prize) کا اعلان کر دیا گیا جس کی وجہ سے درجنوں ہوا باز یہ انعام حاصل کرنے کی کوشش میں لگ گئے۔ تیس سے زیادہ ہوا باز تو ان کوششوں میں جان گنوا بیٹھے۔
برڈ نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا کہ وہ اس مقابلہ میں کوئی حصہ نہیں لے گا اور اس کا مقصد محض یہ ہے کہ تجارتی قسم کے جہاز میں پہلی پرواز کرے (تاکہ تجارت اور سفر کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ ہو سکے)۔

آزمائشی پروازوں کے لئے "امریکہ" ۲ر اپریل کو تیار تھا۔ برڈ تنہا پرواز پر اصرار کرتا رہا مگر کئی دوستوں نے اس کو غیر ضروری طور پر خطرہ مول لینے سے منع کر دیا۔

پہلی آزمائشی پرواز پر ہالینڈ کا مشہور طیارہ ساز اینٹن فوکر پائلٹ تھا برڈ، بینیٹ اور جارج نوویل نامی ایک اور ہوا باز مبصرین کی حیثیت سے شریک پرواز تھے۔ طیارہ نے زمین تو بڑی روانی سے چھوڑ دی مگر جب فضا میں آیا تو برڈ نے بینیٹ کو بار بار ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے دیکھا۔ برڈ جانتا تھا کہ جب بینیٹ ہونٹوں پر زبان پھیرتا ہے تو ضرور کوئی گڑبڑ ہوتی ہے۔

جب طیارہ اترنے لگا تو اگلا حصہ یک لخت آگے کی طرف کو جھک گیا اور دُم بلند ہو گئی۔ فوکر نے فوراً طیارے کو فضا میں پہنچا دیا اترنا ممکن نہیں نظر آ رہا تھا۔ برڈ کو اب پتہ چل گیا کہ بینیٹ ہونٹوں پر کیوں زبان پھیر رہا تھا۔ طیارہ کا اگلا حصہ بھاری تھا۔

فوکر طیارے کو اڑاتا رہا مگر جب پٹرول ختم ہونے لگا تو اترتے ہی بنی۔ ساٹھ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے زمین کی طرف آتے ہوئے فوکر کی کرسی کے پیچھے بیٹھے ہوئے برڈ نے دعا مانگی اور اپنے آپ کو حادثہ کے لئے تیار کر لیا پہیے زمین سے لگے ہی تھے کہ فوکر جہاز کے واحد دروازہ سے باہر کود گیا اور دوسرے لمحہ ایک خوفناک آواز کے ساتھ طیارہ زمین سے ٹکرا کر الٹ گیا۔ برڈ کے سر اور کمر میں شدید چوٹیں آ گئی تھیں اور جب نوویل اس پر گرا تو بائیں بازو کی ہڈی بھی ٹوٹ گئی تھی۔ نوویل نے گھبراہٹ میں تیزی سے جہاز کے پہلو میں گھونسے مار مار کر دیوار توڑ ڈالی اور باہر لڑھک گیا۔ اس کے شدید اندرونی چوٹیں آئی تھیں۔

اندر طیار رہے میں برڈ اپنی چوٹوں کی پروا کیے بغیر تیزی سے بینیٹ کے پاس پہنچ گیا۔ فلائڈ سر کے بل لٹکا ہوا تھا اور اس کی آنکھوں میں پٹرول بھر گیا تھا۔

برڈ کے ذہن میں پہلا خیال یہ آیا کہ بینیٹ اب چند لمحوں کا مہمان ہے بینیٹ نے اکھڑی ہوئی سانسوں کے درمیان کہا "مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں مرجاؤں گا۔ میرا جسم چور چور ہو چکا ہے۔ مجھے کچھ بھی نظر نہیں آتا۔ میرا بایاں بازو بالکل سُن ہو گیا ہے۔"

برڈ نے ٹوٹتی ہوئی آواز میں اس کی ڈھارس بندھائی "تم ٹھیک ہو جاؤ گے اس قدر مایوس کیوں ہوتے ہو؟"

ہسپتال جاتے ہوئے راستے میں جب برڈ اپنے ٹوٹے ہوئے بازو کی ہڈی خود ہی بٹھا رہا تھا تو ڈاکٹر نے اس کو بتایا کہ بینیٹ اور نوویل دونوں کے بچنے کی کوئی امید نہیں ہے۔ مگر دونوں ہی اچھے ہو گئے البتہ بینیٹ کی صحت یابی میں اتنے دن لگ گئے کہ اوقیانوسی پرواز میں اس کی شرکت کی کوئی امید نہ رہی۔

"امریکہ" کو حادثہ میں جو نقصان پہنچا تھا اس کی مرمت میں ایک مہینہ لگ گیا۔ اس اثنا میں کئی ہوا باز بحر اوقیانوس کو ایک جست میں پار کرنے پر تیار ہو چکے تھے۔ ان میں ایک کمسن ہوا باز چارلس لنڈبرگ بھی تھا۔ برڈ نے اسے اس پرواز کے بارے میں معلومات اور مشورے ہی بہم نہیں پہنچائے بلکہ اپنا بہترین ہوائی اڈا بھی اس کے حوالے کر دیا۔ صبح سویرے جب لنڈبرگ لانگ آئی لینڈ میں برڈ کے فضائی مستقر روز ویلٹ فیلڈ سے اپنی پرواز پر روانہ ہوا تو برڈ اس کو خدا حافظ کہنے کے لئے موجود تھا۔

۲۹ جون کو جب برڈ اپنی پرواز کے لئے تیار ہوا تو اوقیانوس کے

پارلنڈبرگ کی کامیاب پرواز کو ایک ماہ سے اوپر ہوگیا تھا۔ فلائڈ بینیٹ کی جگہ برٹ اکوسٹا (Bert Acosta) پائلٹ کے فرائض دے رہا تھا اس کا نائب برنٹ بالشن (Bernt Balchen) نامی ناروے کا باشندہ تھا جارج نوویل ریڈیو آپریٹر تھا۔ صبح کے تین بجے جب برڈ روز ویلٹ فیلڈ پر آیا تو ہلکی بارش کے باوجود ایک جم غفیر اسے رخصت کرنے کے لئے موجود تھا آخری تیاریوں کی وجہ سے برڈ پچھلے تیئس ۲۳ گھنٹوں سے نہیں سویا تھا مگر پرواز کے ہیجان انگیز تصور سے وہ چاق وچوبند نظر آرہا تھا۔ روانگی کے وقت اس نے اپنے دوست مجریہ کے ایڈمرل موفٹ (Moffet) سے مذاق میں کہا کہ "اگر ہم تاریکی، کہر اور طوفان میں پیرس پہنچے تو بہت برا ہوگا۔"

یہ الفاظ کہتے ہوئے برڈ کو کیا خبر تھی کہ اس کا مذاق حقیقت بن جائیگا اور اوقیانوس کی پرواز اس کی زندگی کا سب سے خطرناک تجربہ ہوگی۔ روانگی کے وقت جب انجنوں کو چلاکر گرم کیا جارہا تھا تو وہ مضبوط رسی ٹوٹ گئی جس سے جہاز بندھا ہوا تھا۔ رسی ٹوٹتے ہی جہاز نے آگے کی طرف جست لگائی اور وقت سے پہلے ہی رن وے پر دوڑنے لگا۔ اکوسٹا، نوویل کو پٹرول کی ٹنکی گرانے کا اشارہ کرنے ہی والا تھا کہ جہاز فضا میں بلند ہونے لگا۔ یورپ کا سفر شروع ہو چکا تھا۔

اپنی بلندی پر آتے آتے "امریکہ" تیز بارش اور کہر میں گھر گیا۔ جہاز اس قدر سرد ہوتا جارہا تھا کہ برڈ کو پنکھوں پر برف جمنے کا اندیشہ ہونے لگا اس خطرہ سے بچنے کی ایک ہی صورت تھی اور وہ یہ کہ جہاز اور زیادہ بلندی پر پرواز کرے۔ اگر طیارہ کو بتدریج بلندی پر لے جایا جاتا تو پٹرول زیادہ خرچ ہو جانے کا اندیشہ تھا اور اس طرح فرانس پہنچنے سے پہلے پٹرول ختم ہو جاتا۔ برڈ اس

اس مسئلہ سے فکر مند تھا ہی کہ اس کی نظر بے خبر سوتے ہوئے بالشن پر پڑی۔ بالشن سو رہا تھا اور اس کا پیر خطرناک حد تک اُس بٹن کے قریب تھا جس کو دبانے سے پٹرول کی ٹنکی گر جاتی تھی۔

دو ہزار میل کی اس پرواز میں سمندر کبھی کبھار ہی نظر آیا۔ جیسا کہ اس سے پہلے قطب شمالی کی پرواز پر ہو چکا تھا انجن سے پٹرول بھی بہنے لگا مگر برڈ حفظ ماتقدم کے طور پر جوڑنے والا مسالہ لے کر چلا تھا جس کو لگا دینے سے پٹرول کا بہاؤ رک گیا۔ ریڈیو کی مدد سے راستہ کا تعین کرتے ہوئے وہ پرواز کرتے رہے۔ نیچے گزرنے والے بحری جہازوں کے ریڈیائی سگنلوں نے بھی ان کی مدد کی اور سفر کے آخری حصہ میں تو سارے یورپ کے ریڈیو اسٹیشن ان کو سگنل دے رہے تھے۔

گہرے کہر میں پرواز کرنا اس قدر مشکل تھا کہ گو برڈ، اکوسٹا اور بالشن نے باری باری جہاز اڑایا مگر تینوں بری طرح تھک گئے۔ سفر کی دوسری رات کو ایک عجیب واقعہ ہوا۔ اس وقت وہ فرانسیسی ساحل کے نزدیک ہوتے جا رہے تھے اکوسٹا جو طیارہ اڑا رہا تھا وہ بڑبڑانے لگا کہ جہاز میں پانچواں آدمی بھی ہے۔ اس کی حالت دیکھ کر دوسروں کو تشویش ہوئی اور اب جو طیارہ کی طرف توجہ کی تو پتہ چلا کہ اکوسٹا نے نیند کے دباؤ میں جہاز کو موڑ کر اس کا رخ امریکہ کی طرف پھیر دیا تھا اور وہ لوگ پیرس کی بجائے نیویارک جا رہے تھے۔ بالشن اور برڈ نے جلدی سے جہاز کو موڑا اور سفر جاری رہا۔

پرواز کرتے کرتے جب نیچے ایک تیز روشنی نظر آئی تو برڈ کو یقین ہو گیا کہ پیرس آ گیا ہے مگر جب روشنی دوبارہ نظر آئی اور غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ وہ فرانس کے ساحل پر ایک لائٹ ہاؤس کی روشنی ہے۔ پیرس زیادہ دور نہیں تھا

چنانچہ وہ لوگ خوش خوش آگے بڑھ گئے۔

پیرس میں اترنا ان کی تقدیر میں نہیں تھا کیونکہ وہاں ایک زبردست طوفان گرج رہا تھا۔

موسم کی خرابی دیکھ کر برڈ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "اس طوفان میں لابورگے (Lebourguet) پر اترنا خطرناک ہوگا۔ جہاز کہیں نیچے کھڑے ہوئے لوگوں کو نہ پیس ڈالے" بات ٹھیک تھی۔ ایک ہی راستہ باقی تھا اس لئے بالشن نے طیارہ واپس لائٹ ہاؤس کی طرف لوٹا دیا۔ برڈ آس لگائے بیٹھا تھا کہ طیارہ کو ساحل پر اتارنا ممکن ہو سکے گا مگر وہاں بھی بارش اور کہر کی وجہ سے زمین کا پتہ نہیں چل رہا تھا اسلئے ان کو پانی پر اترنا پڑا۔

پانی پر اترتے ہی طیارے کے دونوں پہیے ٹوٹ گئے اور جہاز میں پانی بھرنے لگا۔ نوویل کھڑکی توڑ کر باہر نکل گیا اور تیرنے لگا۔ برڈ کے دل پر شدید ضرب لگی اور کافی دیر تک اس کے دل کی دھڑکن غیر مرتب اور اکھڑی اکھڑی رہی۔ پھر بھی برڈ جہاز کے اندر بھرنے والے پانی میں تیرتا ہوا بالشن کے پاس آیا اور اس کو کاک پٹ کی نشست سے اٹھنے میں مدد دی۔ اکوسٹا پہلے ہی باہر نکل چکا تھا۔ اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی مگر وہ جان بچانے کے لئے تیر رہا تھا۔

نوویل طیارہ کے ایمرجنسی کیبن میں دیوار توڑ کر گھس گیا اور وہاں سے ربڑ کی کشتی نکالی۔ جوں توں اس میں ہوا بھر کے چاروں ساحل کی طرف چلے مگر ساحل پر بھی ان کی مشکل آسان نہیں ہوئی کیونکہ ان کو اور ایک میل چلنے کے بعد ورسور مے (Ver - Sur - Mer) نامی گاؤں ملا۔ ایک دیہاتی لڑکے نے ان

کا حلیہ دیکھا تو سمجھا کہ غنڈے ہیں اپنی سائیکل پر بھاگ کھڑا ہوا۔ آخر کار ان کو لائٹ ہاؤس کے محافظ اور اس کی بیوی نے پناہ دی۔

کچھ دیر کے بعد برڈ دوبارہ "امریکہ" پر واپس گیا تاکہ سفر کی یادداشتیں اور ڈاک کا تھیلا نکال لے۔ ڈاک کو بچانا بہت ضروری تھا کیونکہ یہ تاریخ کی پہلی ہوائی ڈاک تھی جو اوقیانوس کے پار بھیجی گئی تھی۔

پیرس میں ان لوگوں کا ویسا ہی استقبال ہوا جیسا قطب شمالی کی پرواز کے بعد برڈ اور بینیٹ کا نیویارک میں ہوا تھا۔ چاروں جہاں جاتے ٹھٹ کے ٹھٹ لگ جاتے کئی شہروں نے ان کو اعزازی شہریت عطا کی۔

پرواز کی آخری منزل پر جو حادثہ ہو گیا تھا اس کے باوجود برڈ یہ محسوس کر رہا تھا کہ اس نے سمندروں پر تجارتی پرواز کی راہیں کھول دی ہیں اور کچھ ہی عرصہ کے بعد اوقیانوس کے آر پار باقاعدہ فضائی سفر شروع ہو جائیگا۔

آٹھواں باب

برِاعظم قطب جنوبی کی پہلی مہم

بحر اوقیانوس کو ایک مسلسل پرواز کے ذریعہ پار کرنے کے بعد کمانڈر برڈ کی توجہ براعظم قطب جنوبی (Antarctica) کے سفر کی طرف مبذول ہو گئی۔ کرۂ ارضی پر آخری بڑا خطہ رہ گیا تھا جس کے دروازے انسان کے لئے پوری طرح وا نہیں ہوئے تھے اور برڈ اس براعظم پر اپنے ملک کے نام پر "فتح" کرنا چاہتا تھا۔

انٹارکٹکا[1] کے موسم کی شدت کے پیش نظر برڈ جانتا تھا کہ یہ مہم بڑے جوکھم کی ہوگی۔ وہاں بعض جگہ دو سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے آندھیاں چلتی تھیں اور درجہ حرارت بڑی جلدی ۱۰۰ درجہ فارن ہائٹ (-۱۰۰° F) تک گر جاتا تھا۔ جاڑوں میں یہاں کبھی دھوپ نہیں نکلتی تھی گویا ایک طویل مسلسل رات مسلط رہتی اور اس تاریک اور حوصلہ شکن سرزمین پر گہرے خطرناک کھڈ اور دراڑیں تھیں۔ گرمیاں آتیں تو سورج برابر چمکتا رہتا۔ پورے براعظم میں کسی جگہ پودے یا درخت نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ساحلوں پر البتہ پنگوئن

---

[1] "براعظم قطب جنوبی" کے لئے انٹارکٹکا کا نام بھی اس ترجمہ میں اختصار کی خاطر استعمال کیا گیا ہے

چڑیاں، سیل اور وہیل مچھلیاں اور مختلف پرندوں کی کثرت تھی بحیرہ قطب شمالی (آرکٹک) کے علاقہ میں تو اسکیمو رہتے تھے مگر یہاں انسان کا نام و نشان نہیں تھا۔

برڈ نے براعظم قطب جنوبی کا جو گہرا مطالعہ کیا تھا اس سے پتہ چلتا تھا کہ یہاں تک پہنچنے کے لئے انسان نے بہت کم کوششیں کی تھیں۔ قرونِ وسطیٰ کے نقشہ بنانے والوں کا اصرار تھا کہ جنوب میں براعظم ہونا چاہیئے اور اس کا نام انھوں نے ٹیرا آسٹرالس ان کوگنٹا (Terra Australis Incognita) رکھا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ اس نامعلوم براعظم پر لاکھوں انسان بستے ہیں جن کو اللہ نے دولت اور صحت کی نعمتوں سے مالا مال کر رکھا ہے۔

اس دولت کے لالچ میں یورپی مہم جو سیاحوں نے جنوبی براعظم کی تلاش میں نکلنا شروع کیا۔ واسکو ڈی گاما (Vasco de Gama) اور سر فرانسس ڈریک (Sir Francis Drake) بھی بڑی امیدیں لے کر چلے مگر جنوبی امریکہ اور افریقہ کے آگے انھیں ناپیدا کنار سمندر ہی نظر آیا۔ ۱۷۷۳ء میں مشہور سیاح کپتان جیمس کک (James Cook) خط انٹارکٹکا کے جنوبی سمندر میں پہنچا مگر اسے بھی کوئی براعظم نظر نہیں آیا۔ جب سمندر پر تیرنے والے برف کے عظیم تودوں اور سطح پر منجمد برف کی سلوں سے جہاز کو خطرہ پیدا ہونے لگا تو وہ لوٹ گیا۔ اس سفر سے اتنا ضرور پتہ چل گیا کہ جنوبی علاقوں میں ساٹھویں عرض البلد کے آگے براعظم ہو تو ہو مگر گرم آب و ہوا کا سرے سے کوئی وجود نہیں ہے۔

۱۷ر نومبر ۱۸۲۰ء کو امریکہ کے ایک سیل کا شکار کرنے والے جہاز کے بیس سالہ کپتان نیتھانئل پامر (Nathaniel Palmer) نے دعویٰ کیا کہ اس نے ایک یخ بستہ براعظم کا ساحل دیکھا ہے۔ اس نے بتایا کہ وہ جہاز سے اتر کر ساحل

پر اس لئے نہیں جا سکا کہ برف بہت پرخطر تھی البتہ مغربی انٹارکٹکا کے شمالی ساحل کے ساتھ ساتھ وہ جہاز کو کچھ دور تک ضرور لے گیا۔ اس وقت امریکی حکومت کو پامر کے دریافت کئے ہوئے براعظم پر ملکیت کا دعویٰ کرنے کا کوئی خیال نہیں آیا۔

۱۸۳۰ء سے ۱۸۲۹ء تک امریکی، برطانوی اور فرانسیسی حکومتوں نے انٹارکٹکا میں جنوبی مقناطیسی قطب کا کھوج لگانے کے لئے کئی مہمیں بھیجیں ۔ وجہ یہ تھی کہ جہاز رانی میں استعمال ہونے والے قطب نما اس کی کشش سے متاثر ہو جاتے تھے اس لئے یہ امید تھی کہ اگر قطب کے صحیح محل وقوع کا پتہ چل جائے تو زیادہ صحیح نقشے بن سکیں گے امریکی مہم کے سربراہ لفٹننٹ چارلس ولکس (Charles Wilkes) پر حکومت نے بعد میں جھوٹے جغرافیائی دعوے کرنے کا الزام لگا کر اس کا کورٹ مارشل کیا۔ حقیقت یہ تھی کہ اس نے جھوٹے دعوے نہیں کئے تھے مگر اپنے بحری جہاز سے اس نے جو کچھ دیکھا تھا اس کے فاصلوں کا حساب لگاتے ہوئے اس نے اپنے تخمینوں میں بعض جگہ پچاس میل تک کی غلطی کی تھی۔

انٹارکٹکا پر پہنچنے والا پہلا انسان کون تھا اس کے بارے میں کچھ اختلاف رائے ہے البتہ اتنا ضرور معلوم ہے کہ ۱۸۹۴ء میں ناروے کی ایک مہم وہاں اتری تھی۔ اس کے اگلے برس برطانیہ اور ناروے کی ایک مشترکہ مہم کے ارکان نے ساحل کے قریب ہی لکڑی کی جھونپڑی بنا کر کچھ دن گزارے تھے۔

ان دونوں واقعات کے بعد لوگوں نے یہ عزم کر لیا کہ قطب جنوبی پر جہاں سارے طول البلد ملتے ہیں پہنچنا ہے چنانچہ کئی مہمیں روانہ ہوئیں اور سب کی سب انٹارکٹکا کے اس ساحل پر اتریں جو نیوزی لینڈ سے قریب ہے۔

اس ساحل سے قطب جنوبی آٹھ سو میل دور ہے اور راستہ پہاڑوں گلیشیروں اور کھڈوں کی بنا پر بے حد دشوار گزار ہے۔ اس راستہ پر سفر کی پہلی کوشش برطانیہ کے کپتان رابرٹ الیف اسکاٹ نے ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۴ء کے درمیان کی تھی مگر اس کو ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس کے بعد دوسرا برطانوی مہم جو ارنسٹ شیکلٹن آیا جس کو جنوری ۱۹۰۹ء قطب جنوبی سے ۹۷ میل کے فاصلے سے واپس لوٹنا پڑا۔

اگلے سال قطب جنوبی کی کشش سے متاثر ہو کر دو مہموں میں سبقت کے لئے ایک دوسرے سے مقابلہ ہوا۔ ایک مہم جس کا سربراہ ناروے کا روالڈ ایمنڈسن (Roald Amundsen) تھا۔ برفستانی کتوں، سلیج گاڑیوں اور "اسکی" تختوں کی مدد سے بڑی تیز رفتاری سے قطب جنوبی پہنچ گئی ایمنڈسن نے ۱۴ دسمبر ۱۹۱۱ء کو قطب جنوبی پر ایک جھنڈا گاڑا اور جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا واپس ہو گیا۔

دوسری مہم کا سربراہ کپتان اسکاٹ تھا جو براعظم قطب جنوبی پر دوسرا حملہ کرنے آیا تھا۔ اس نے سفر کے لئے ٹٹو ساتھ لئے تھے اور کافی دور نکل بھی گیا تھا مگر ٹٹو موسم کی سختی نہ جھیل سکے اور اسکاٹ کی جماعت کو اپنی بھاری بھاری سلیج گاڑیاں خود ہی کھینچنی ڈھکیلنی پڑیں۔ جب یہ لوگ ۱۷ جنوری ۱۹۱۲ء کو قطب جنوبی پر پہنچے تو ایمنڈسن کا گاڑا ہوا سیاہ جھنڈا دیکھ کر ان کے دل بیٹھ گئے "قطب جنوبی مل گیا" اسکاٹ نے اپنے روزنامچہ میں لکھا "مگر خدایا کس قدر بھیانک جگہ ہے جس کے لئے ہم اتنی مصیبتیں اٹھا کر آئے اور پھر بھی سبقت نہ لے جا سکے۔ اب واپس جانا ہے۔ خدا ہی جانے واپسی ہوگی بھی کہ نہیں"

اسکاٹ کے خدشات صحیح ثابت ہو گئے۔ اس کی مہم واپس نہ آسکی۔

خوراک کے ایک ذخیرہ سے صرف گیارہ میل پر اور اپنے آرام دہ مستقر سے ڈیڑھ سو میل دور انھوں نے جان دے دی۔ مرنے سے پہلے اسکاٹ نے لکھا "اگر ہم زندہ رہ سکتے تو میں اپنے ساتھیوں کی جفاکشی اور ہمت کی داستان سناتا۔"

اور کمانڈر برڈ اپنے ملک کی خاطر ایسی خطرناک سرزمین کو زیر کرنے کے لئے بے قرار بیٹھا تھا۔

فرانس سے واپس لوٹ کر برڈ نے جنوب کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ فلائڈ بینیٹ صحت یاب ہو چکا تھا۔ اس کو مہم کا نائب سربراہ نامزد کرتے ہوئے برڈ نے اس سے کہا "انٹارکٹکا کے سفر پر میں تمھارے سوا دنیا کے کسی آدمی کو شریکِ سفر بنانا پسند نہیں کرتا۔" بینیٹ نے بڑی خوشی سے یہ پیش کش قبول کر لی۔

لفٹننٹ ولکس جب ۱۸۳۰ء میں اپنی مہم لے کر گیا تھا تو اس کو حکومت کی اعانت حاصل تھی مگر اب جو برڈ کی مہم کا سوال آیا تو حکومت نے کوئی دلچسپی نہیں لی۔ برڈ کو پھر دوستوں سے مدد مانگنی پڑی تاکہ سفر کے اخراجات ہی نکل آئیں۔ برڈ کو تقریباً ساڑھے سات لاکھ ڈالر کی ضرورت تھی۔

۱۹۲۷ء کے اواخر میں برڈ نے نیویارک میں اپنے اور بینیٹ کے واسطے ایک دفتر کرایہ پر لے لیا تاکہ وہ مہم کے صدر مقام کا کام دے۔ اس دفتر میں بیٹھ کر برڈ نے ضروری سازوسامان کی ایک مفصل فہرست تیار کی۔ پہلی ضرورت دو بحری جہازوں کی تھی جو عملہ ضروری سامان کو انٹارکٹکا پہنچانے کے لئے درکار تھے۔ مالی وسائل کی کمی کی بنا پر دو پرانے بحری جہاز خریدے گئے بڑے پیمانے پر ان کی مرمت کرائی گئی اور اس پر دو لاکھ نوے ہزار ڈالر کی خطیر

رقم خرچ ہوگئی۔ ان میں سے ایک جہاز جو ۱۸۸۲ء میں بنا تھا دراصل بادبانی جہاز تھا جس کا نام بدل کر برڈ نے "سٹی آف نیویارک" رکھا۔ دوسرا ایک سست رفتار دخانی جہاز تھا جس کو رنگ و روغن کرنے کے بعد برڈ نے اپنی والدہ کے نام پر "ایلی نور بولنگ (Eleanor Bolling) کا نام دیا۔

برڈ نے ایک انجن والے چار طیارے بھی خریدے جن کے نیچے پہیوں کی جگہ اِسکی (SKI) کے تختے لگے ہوئے تھے۔ ان میں سے ایک جہاز کو چلتے وقت امریکہ میں چھوڑنا پڑا۔ برڈ کی اس مہم کے اصل میں دو مقاصد تھے: پہلا تو قطب جنوبی پر پرواز اور دوسرا سائنسی مشاہدات قطب پر پرواز کے لئے برڈ نے اس زمانہ کا جدید ترین طیارہ خریدا جو مکمل طور پر دھات کا بنا ہوا تھا۔ اس کے تین انجن تھے اور یہ پندرہ ہزار پونڈ کا وزن لے کر ۱۲۰ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے اڑ سکتا تھا۔ اس سامان کے علاوہ برڈ نے متفرق سامان خریدا جس کا مجموعی وزن چھ سو پینسٹھ ۶۶۵ ٹن تھا اور سَو برفستانی کتے بھی خریدے۔ برڈ اپنے ساتھ چالیس آدمی لے کر جا رہا تھا جن کو انٹارکٹکا میں سردیاں گزارنی تھیں۔ اتنے ہی آدمیوں کی جہازوں پر ضرورت تھی۔ ہزاروں رضا کاروں میں سے اس نے صرف طاقتور سائنسدانوں کا انتخاب کیا جو تقریباً سب کے سب ایک ڈالر سالانہ تنخواہ پر ساتھ چلنے کو تیار ہو گئے[1]

رقم کا انتظام بڑا تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اسکول کے بچوں کے بھیجے ہوئے پیسوں اور گمنام افراد کے چندے سے کچھ رقم تو جمع ہو گئی مگر پہلے کی طرح اس بار بھی سب سے زیادہ چندہ ایڈسل فورڈ اور جان ڈی۔ راکے فیلر جونیئر نے دیا پھر بھی ۱۹۲۸ء کے وسط تک برڈ تین لاکھ ڈالر کا مقروض ہو گیا۔ اور جب وہ امریکہ

---

[1] رضا کار سائنس دانوں کی یہ تنخواہ محض ایک "علامت" کی حیثیت رکھتی ہے۔ مترجم

سے وہ انٹارکٹکا کے لئے روانہ ہوا تو اس کو یہ فکر تھی کہ جن لوگوں سے اس نے مہم کیلئے ساز و سامان حاصل کیا تھا اُن کے ایک لاکھ ڈالر اس پر واجب الادا تھے۔

مالی پریشانیوں کے ساتھ کئی اور پریشانیاں بھی تھیں۔ پھر ایک المیہ ہو گیا۔ ۱۹۲۸ء کے موسم بہار میں دو جرمن ہوا بازوں کا طیارہ خلیج سینٹ لارنس میں جزیرہ گرینلی (Greenly) پر گر کر تباہ ہو گیا تھا اور ہوا باز وہیں پھنس کر رہ گئے تھے۔ فلائڈ بینٹ مہم کی تیاریوں سے وقت نکال کر ان کی مدد کے لئے گیا۔ بینٹ نے ان کو تو بچا لیا مگر جب وہ جزیرہ سے آیا تو اتنے شدید نزلہ میں مبتلا ہوا کہ کیوبک کے ہسپتال میں داخل ہونا پڑا۔ اور پھر ۲۵ اپریل کو برڈ بیرسن کر سکتہ میں رہ گیا کہ بینٹ نمونیہ سے جانبر نہ ہو سکا۔

بینٹ کی موت کا برڈ کو اس قدر رنج تھا کہ کچھ عرصہ تک انٹارکٹکا کی مہم بھی اس کے لئے بے معنی ہو کر رہ گئی۔ پھر دھیرے دھیرے زخم مندمل ہوتا گیا اور وہ مہم کی تیاریوں اور چندہ جمع کرنے میں مصروف ہو گیا۔ اپنے دوست کی یاد میں اس نے قطب جنوبی پر پرواز کے لئے مخصوص طیارہ کا نام "فلائڈ بینٹ" رکھا برڈ نے بینٹ کی موت پر اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا کہ "اسکی موت سے میں ایک ایسے ساتھی سے محروم ہو گیا جس کی قوتِ فیصلہ، وفاداری اور عزم پر مجھے مکمل بھروسہ تھا۔"

"سٹی آف نیویارک" ۲۵ اگست ۱۹۲۸ء کو امریکہ سے روانہ ہوا۔ اس کو نہر پناما سے گزر کر نیوزی لینڈ پہنچنا تھا۔ اس کے ایک ماہ بعد "ایلی نور بولنگ" نے بھی لنگر اٹھا لیا۔ برڈ ان میں سے کسی جہاز پر نہیں گیا بلکہ وہ کیلی فورنیا جا کر وھیل مچھلیوں کے شکاری جہاز "سی۔ اے۔ لارسن" پر سوار ہو گیا۔ اس کا ارادہ تھا کہ ڈیونیڈن (نیوزی لینڈ) میں اپنے دونوں جہازوں سے جا ملے گا، اور وہاں

سے انٹارکٹکا کا ڈھائی ہزار میل کا سفر شروع ہوگا۔

برڈ کے لئے تیز رفتاری اشد ضروری تھی۔ جنوبی علاقوں کا موسم شمالی علاقوں کے برعکس ہوتا ہے یعنی جب شمال میں گرمی پڑتی ہے تو جنوب میں سردی ہوتی ہے۔ برڈ چاہتا تھا کہ اپریل میں سردیاں شروع ہونے سے پہلے انٹارکٹکا میں اس کا مستقر کام کرنے لگے اس لئے نومبر تک انٹارکٹکا پہنچنا اشد ضروری تھا تاکہ جب موسم سرما میں باہر کام کرنا ناممکن ہو جائے تو تمام آدمی گھروں میں بند ہو جائیں۔ سردی کی اس طویل رات میں صرف یہی کہا جا سکتا تھا کہ اُن تمام کاموں کی منصوبہ بندی کر لی جائے جو سورج نکلنے کے بعد ہی کئے جا سکتے تھے۔

مگر "سٹی آف نیویارک" اس قدر سست رفتار تھا کہ برڈ کو ذہنی اذیت ہونے لگی۔ یہ جہاز پورے تیس دن میں پناما نہر پہنچا حالانکہ عام طور پر یہ صرف ایک ہفتہ کا راستہ تھا۔ پناما میں ایک اور افتاد پڑی۔ برڈ کو یہ خیال ہی نہیں رہا تھا کہ نہر پر چنگی کا محصول بھی ادا کرنا ہوگا اور کوئلہ بھی خریدنا ضروری ہوگا جب نہر کے منتظم نے نقد رقم طلب کی تو سفر کھٹائی میں پڑتا نظر آنے لگا۔ خوش قسمتی سے ایک ملاح دولت مند تھا۔ میلے کچیلے لباس والے اس ملاح نے نہایت سکون سے مطلوبہ رقم منتظم کے ہاتھ پر رکھی اور پھر اپنے کام میں لگ گیا جہاز آگے بڑھا اور پورے ایک سو دن بعد "سٹی آف نیویارک" نیوزی لینڈ پہنچ گیا۔

۲ دسمبر کو برڈ "سٹی آف نیویارک" پر سوار ہو گیا۔ اس کے دونوں جہاز انٹارکٹکا کے اڑھائی ہزار میل کے سفر کے لئے تیار تھے ان دونوں پر جو سامان لدا تھا وہ اس قدر وزنی تھا کہ جہاز پانی میں بیٹھے جا رہے تھے اور نیوزی لینڈ کے حکام نے تو برڈ کو صاف صاف بتا دیا تھا کہ ان جہازوں پر تو وہ اپنی منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ مگر اب برڈ رکتا تو کس طرح لہٰذا لنگر اٹھا دیا گیا۔ اس سفر میں

برڈ کو پتہ چلا کہ جنوبی سمندر میں مختلف عرض البلاد کے اتنے مختلف اور عجیب و غریب نام کیوں پڑے تھے۔ چالیس اور پچاس درجہ عرض البلد کے درمیان "گرجنے والے چالیس" (Roaring Forties) کا علاقہ تھا۔ اس کے بعد جو علاقہ تھا وہ "غصیلے پچاس" (Furious Fifties) کہلاتا تھا اس کے آگے "پُر شور ساٹھ" (Screaming Sixties) کا علاقہ تھا۔ ان مقامات پر طوفانی ہواؤں اور دیو پیکر موجوں نے جہازوں کی شکست و ریخت میں کوئی کسر نہیں چھوڑی مگر خدا خدا کر کے جہاز سلامتی سے نکل گئے۔

وہ نیوزی لینڈ سے جوں جوں جنوب کی طرف بڑھ رہے تھے موسم خراب سے خراب تر ہوتا جا رہا تھا۔ ۹ دسمبر کو پہلا برفانی تودہ (Ice berg) نظر آیا۔ ایک برفانی تودہ جو اس نے بعد میں دیکھا اپنے رقبہ میں امریکہ کی ریاست کنکٹی کٹ (connecticut) کے برابر تھا۔ اپنی تحقیقات کی بنا پر برڈ جانتا تھا کہ برف کی سلوں کا سلسلہ (Ice Pack) شروع ہونے والا ہے۔ یہ بہتی ہوئی برف کی ایک پٹی ہے جس کی چوڑائی بعض اوقات چھ سو میل ہوتی ہے۔

جہاز ان تودوں اور سلوں سے بچ بچ کر چل رہے تھے اور برڈ متفکر تھا۔ وہ وھیل کے شکاری جہاز "لارسن" کے کپتان کو "سٹی آف نیو یارک" کو برف کے تودوں سے کھینچ کر نکالنے پر آمادہ کر چکا تھا۔ لارسن ابھی پہنچا نہیں تھا جوں جوں جنوبی مقناطیسی قطب پاس آتا جا رہا تھا "سٹی" کے قطب نما کی سوئی بہک رہی تھی۔ بہر کیف "لارسن" ریڈیائی سگنلوں کی رہنمائی میں آخر کار "سٹی" سے آملا۔

۱۵ دسمبر کو قبل اس کے کہ "لارسن" کا ساڑھے تین انچ موٹا فولادی

رسہ "سٹی" سے باندھا جاتا، ایک اسّی فٹ لمبی نیلی وھیل پُتلی برف اور پانی کو چیرتی ہوئی نکلی۔ ایک مشاق شکاری نے خاص توپ سے بھالا مار کر ۹۰ ٹن وزنی دیو پیکر مچھلی مار لی۔ وھیل کو "لارسن" کے عرشہ پر کھینچ لیا گیا جہاں تیل اور گوشت کے حصول کے لئے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے گئے۔

"سٹی" کے لئے برف میں راستہ بنانے میں "لارسن" کو ایک ہفتہ لگ گیا۔ برف کئی جگہ کئی کئی فٹ موٹی تھی اس لئے برف کو توڑنے کے دوران "سٹی" پر سفر کرنے والے برڈ اور اس کے ساتھیوں کی جھٹکوں کے مارے جان ہی تو نکل گئی۔ پھر "لارسن" کے پچھلے حصے سے برف کی سل ٹکرانے کا خطرہ تو خیر تھا ہی، یہ ڈر بھی لگا ہوا تھا کہ "لارسن" جس برف کو توڑ کر راستہ بناتا ہوا آگے بڑھ رہا ہے وہ دوبارہ اکٹھی ہو کر "سٹی" کو ٹکر مار کر توڑ نہ دے۔

آخر ۱۰ دسمبر کو یہ مرحلہ ختم ہوا، برف کی سلیں پیچھے رہ گئیں اور "سٹی آف نیویارک" پرسکون نیلے بحیرۂ راس (Ross Sea) میں داخل ہو گیا۔ اس خاموش سمندر سے گزرتے ہوئے برڈ نے ایک ایسا خوبصورت اور شاندار منظر دیکھا جسے کبھی نہ بھول سکا۔ یہ روس برفانی رکاوٹ (Ross Barrier) تھی جو انٹارکٹکا کے ساحل پر سو فٹ اونچی دیوار کی طرح کھڑی ہے۔

اس دیوار پر چڑھنے اور سامان اتارنے کا کوئی محفوظ راستہ نہیں تھا اس لئے برڈ اس دیوار کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف چلتا رہا یہاں تک کہ وھیلوں کی کھاڑی (Bay of Whales) آ گئی۔ یہ دراصل برفانی دیوار میں ایک بیس میل چوڑا شگاف ہے جس کا نام اس لئے پڑا ہے کہ وہاں وھیل مچھلیوں کی افراط ہے۔ یہاں سے ایک ڈھلوان راستہ برفانی رکاوٹ کی چوٹی تک جاتا ہے۔ اس منحنی

نے بھی اسی جگہ اپنا بنیادی مستقر بنایا تھا۔

بہ حفاظت پہنچ جانے پر اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے، برڈ نے رسی کی سیڑھی لگائی اور جہاز سے اتر کر ساحل پر گیا تاکہ مستقر کے لئے کوئی موزوں جگہ تلاش کرلے۔ برفستانی کتوں کے پیچھے اسکی کے تختے باندھ کر برڈ ڈھلوان راستہ سے گزرتا ہوا رکاوٹ کی چوٹی تک گیا اور جب اگلے دن واپس ہوا تو عملہ کو اطلاع دی کہ "یہاں سے آٹھ میل دور ہموار برف پر نہایت عمدہ جگہ مل گئی ہے۔"

اس اڈے کا نام "لٹل امریکہ" رکھا گیا گو امریکہ میں اس جیسی کوئی جگہ نہیں تھی اب سامان اتارنے اور پڑاؤ بنانے کا کام شروع ہوا۔ سامان اتارتے ہوئے برڈ کے ایک سو برفستانی کتوں نے کھاڑی سے "لٹل امریکہ" تک مسلسل اتنے چکر لگائے کہ ایک تخمینہ کے مطابق ان کتوں نے مجموعی طور پر بارہ ہزار میل کا سفر کیا۔ طیاروں کو اتارنا اور مستقر تک لے جانا یوں بھی کوئی آسان کام نہیں تھا مگر جب اس دوران میں برف باری کا طوفان بھی آگیا تو لوگوں کی کمریں ٹوٹ گئیں۔

سامان اتر رہا تھا اور پنگوئن چڑیوں کے جھنڈ اور سیل مچھلیوں کے غول بڑے غور سے یہ انسانی تماشہ دیکھ رہے تھے۔ اسٹی پونڈ وزنی "پنگوئن" چڑیاں شاندار اور معزز نظر آرہی تھیں جیسے ابھی کسی پر تکلف تقریب میں شرکت کو جارہی ہوں چھوٹی چھوٹی ایڈیلی (Adelie) پنگوئنیں پیٹ کے بل برف پر پھسلتی ہوئی بڑی مضحکہ خیز لگتی تھیں۔ آٹھ آٹھ فٹ لمبی سیل مچھلیاں کاہلی سے دھوپ کھا رہی تھیں جیسے ان کو اس تماشہ سے ذرہ برابر دلچسپی نہ ہو۔

یہ سب تو بے ضرر تھیں مگر قاتل وھیلیں (Killer Whale) وبال جان بن گئیں۔ چالیس پچاس تو ہمیشہ نظر آتی رہتی تھیں۔ ان کی چمکتے ہوئے موٹے

جیسی آنکھیں اور بدصورت تھوتھنیاں شکار کی تاک میں لگی رہتیں۔ ایک مرتبہ برڈ اور اس کے ساتھی کشتی پر تھے کہ قاتل وھیلوں کا ایک غول پیچھے لگ گیا۔ ان لوگوں نے اگر برف کے تودے پر بروقت چھلانگ نہ لگائی ہوتی تو زندہ بچنے کا کوئی امکان ہی نہ رہتا۔ برڈ نے بچاؤ کی کوئی صورت نہ دیکھی تو اپنا ریوالور نکال لیا مگر نہ جانے کیا ہوا کہ وھیلوں کا غول راستہ بدل کر دوسری طرف چلا گیا۔ برڈ کو ہنسی آ گئی۔ "ریوالور کی گولیوں سے ان کے خراش بھی نہ آتی" اس نے اپنی گھبراہٹ کا مذاق اڑاتے ہوئے کہا:

سامان اتارنے کے دوران یہ خطرات لگے ہی رہتے تھے مگر صحیح معنوں میں مصیبت ایک ہی دفعہ آئی۔ "بولنگ" ساحل کے بالکل قریب لنگر انداز تھا کہ برفانی دیوار اچانک گر پڑی سیکڑوں ٹن برف کی بوچھاڑ تلے جہاز پہلو کے بل جھکتا چلا گیا مگر پھر سیدھا ہو گیا۔

برڈ "سٹی" کے عرشہ سے یہ سب دیکھ رہا تھا اور جب "بولنگ" آپ ہی آپ سیدھا ہو گیا تو اس نے اطمینان کا سانس لیا مگر فوراً ہی ایک آواز نے اس کو جھنجوڑ ڈالا "آدمی سمندر میں گر گیا" اس پکار کے ساتھ ہی بلا کسی تاخیر کے برڈ تیر کی طرح جنگلے کی طرف بڑھا اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ انٹارکٹکا کے سرد سمندر میں کوئی انسان چھ منٹ سے زیادہ زندہ نہیں رہ سکتا، پانی میں کود گیا۔ لاح اور برڈ دونوں کو کشتیوں پر بیٹھے ہوئے ملاحوں نے نکال لیا۔ برڈ پانی سے نکل کر "سٹی" پر آیا تو سخت کپکپی چھوٹی ہوئی تھی۔ ایک چشم دید گواہ کا بیان ہے کہ "فلم بنانے والے فوٹوگرافروں نے اس واقعہ کے کچھ حصوں کو سلولائیڈ پر محفوظ کر لیا تھا مگر جب انھوں نے پورا واقعہ دوبارہ فلمانا چاہا تو کمانڈر نے سختی سے انکار کر دیا۔"

"لٹل امریکہ" کے دیہات میں تین خاص عمارتیں تھیں، کھانے کا بڑا مشترکہ کا کمرہ (Mess Hall) انتظامیہ کی عمارت اور نارویجین ہاؤس۔ان کے علاوہ تقریباً ایک درجن دوسری چھوٹی عمارتیں تھیں جن میں عملہ کے سونے کی جگہیں، ورکشاپ اور ریڈیو اسٹیشن تھے۔ ہوائی جہازوں کے لئے ہینگر بھی تعمیر کئے گئے تھے۔ یہ سب عمارتیں ایسی تھیں جن کو اٹھاکر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جایا جاسکتا تھا۔ ہر عمارت کے علیحدہ علیحدہ کئی حصے ہوتے تھے۔ جن کو ضرورت کے وقت جوڑ کر پوری عمارت تیار کی جاسکتی تھی۔ براعظم قطب جنوبی کے موسم میں عام عمارتیں بنانا بہت مشکل کام تھا۔ برڈ نے ان کی تعمیر کا یہ طریقہ نکالا تھا کہ برف میں چار چار فٹ گہرے گڑھے کھود کر عمارت کی بنیاد رکھی جاتی تھی۔ اس بنیاد کے اوپر مختلف حصے جوڑنے سے عمارت تیار ہوجاتی تھی۔ چونکہ شدید برف باری میں ان کے دفن ہو جانے کا خطرہ تھا اس لئے ان کے فرش برف کی سطح سے بلند ہوتے تھے۔ اس کا ایک اور فائدہ یہ تھا کہ برف سے دور ہونے کی بنا پر عمارتیں سطح پر چلنے والی تیز ہواؤں سے بچی رہتی تھیں اور ٹھنڈی بھی کم ہوتی تھیں۔ اس احتیاط کے باوجود فرش کی دراڑوں سے برف اندر آجاتا تھا بستروں کے گدے جم کر رہ جاتے تھے اور عمارتوں کے اندر صبح کے وقت درجہ حرارت ۳۰۔ درجہ ف (-۳۰°F) تک گر جاتا تھا۔

۲۲ اپریل کو طویل سرمائی رات شروع ہونے والی تھی۔ مستقر اس سے بہت پہلے کام شروع کرچکا تھا۔ انٹارکٹکا آنے کے ایک مہینہ کے اندر ہی برڈ اپنی پہلی پرواز پر روانہ ہوا اس آزمائشی پرواز کے دوران وہ ایک کوہستان کے اوپر سے گزرا جس کا نام اس نے کوہِ راکیفیلر رکھا۔ اس اثنا میں مستقر پر سائنس دانوں نے موسم، برف اور وھیلوں کی کھاڑی میں پائے جانے

والے جانوروں کا مطالعہ شروع کردیا۔

سردیوں کی تاریکی چھاتے ہی لوگ عمارتوں کے اندر بند ہو گئے۔ برڈ اتنا اچھا قائد اور منتظم تھا کہ اتنے طویل عرصہ تک تنگ جگہ میں گھس مل کر رہنے کے باوجود لوگوں میں نہ تو لڑائی جھگڑا ہوا نہ کوئی اور مسئلہ ہی پیدا ہوا۔ برڈ نے عملہ کے واسطے بہترین کتب خانے، جسمانی ورزش کے سامان اور اسی نوعیت کی دوسری آسائشوں کا پورا انتظام کر رکھا تھا تاکہ وہ لوگ زیادہ سے زیادہ مشغول رہیں۔ پینے کا پانی حاصل کرنا جاڑے میں ایک مسئلہ بن گیا تھا کیونکہ انٹارکٹکا برف سے ڈھکا ہوا تو ہے مگر حقیقت میں بالکل بنجر صحرا ہے۔ اگر کوئی آدمی کھلی فضا میں ہو تو وہ پیاس سے بہت جلد مر جائے گا کیونکہ اتنی شدید سردی میں برف کو پگھلا کر پانی بنانا ناممکن ہے۔ اس کے لئے بڑی محنت اور ایک مخصوص آلہ کی ضرورت پڑتی ہے۔ اس کام میں بھی برڈ کے عملہ کا خاصا وقت صرف ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ آنے والے موسم بہار میں سائنسی تجربات کی تفصیلات طے کرنے اور آٹھ سو میل دور واقع قطب جنوبی پر برڈ کی پرواز کی منصوبہ بندی میں بھی خاصا وقت صرف ہوتا تھا۔

اس چار ماہ لمبی رات میں برڈ کی قیادت کی عظیم صلاحیتیں واضح طور پر سامنے آگئیں۔ وہ حکم چلانے کا نہیں بلکہ مشورہ دینے کا قائل تھا۔ امریکہ میں خواہ کسی کی کچھ بھی حیثیت رہی ہو مگر یہاں برڈ کا سلوک ہر ایک سے یکساں تھا۔ جہاں تک اس کا تعلق تھا اس کے نزدیک عہدے کے کوئی معنی نہیں تھے۔ اس ویرانے میں انسان کی قدر و قیمت کا صرف یہی ایک پیمانہ تھا کہ ٹل امریکہ میں

اس کا طرز عمل کیسا ہے۔

خراب رویہ پر کسی کو سزا دینا برڈ کے نزدیک قائد کا فرض نہیں تھا اس کا عقیدہ تھا کہ ناپسندیدہ حرکات کرنے والے کو اُس کے ساتھی خود ہی سیدھا کر دیتے ہیں۔ ہاں اگر وہ حدود سے تجاوز کرنے لگے تو قائد کے لئے اس کو راہ پر لانا ضروری ہو جاتا ہے۔ برڈ کا دوسرا "عقیدہ" یہ بھی تھا کہ کسی رہبر کو اپنے رفقا کی گروہ بندیوں سے علیٰحدہ رہنا چاہیئے اور کسی گروہ کے ساتھ امتیازی سلوک نہیں روا رکھنا چاہیئے۔ لوگوں کو یہ احساس دلانا ضروری ہے کہ قائد ان سے بہتر اور برتر ہے۔ برڈ کے لئے یہ کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

سردیوں میں اگر کوئی پریشانی ہوئی تو صرف غذا کی۔ گائے کے گوشت کے جو پیپے ساتھ آئے تھے ان کا گوشت سڑ گیا تو پنگوئن اور سیل مچھلیوں کی بہتات سے یہ کمی پوری ہو گئی مگر ترکاریوں کا مسئلہ واقعی سنجیدگی اختیار کر گیا۔ برڈ نے خشک کی ہوئی ترکاریوں کی ایک بڑی مقدار خریدی تھی جو بعد میں کھانے کے قابل ثابت نہیں ہوئی۔ پتہ چلا کہ ان ترکاریوں کو دس برس پہلے پہلی جنگ عظیم کے دوران سکھایا گیا تھا۔

ان غذائی مسائل کے باوجود لوگوں کی صحت خراب نہیں ہوئی اور جب اگست کے آخر میں موسم بہار شروع ہوا تو وہ سب اپنے کاموں میں لگ گئے۔ اب سب سے بڑا کام قطب جنوبی کی پرواز تھا۔ جاڑوں میں درجۂ حرارت ۲ء۷۲۔ ہو گیا تھا لیکن اب بڑھ کر ۴۰۔ تک آ گیا تھا۔ عملے نے بڑی لگن سے برف کاٹ کر "فلائڈ جینٹ" کو آزاد کیا۔ سرد انجنوں کو گرمانے کے لئے انگیٹھیاں جلائی ہوئیں اور راستوں اور رسد کا بڑی احتیاط سے تعین کیا گیا۔

لٹل امریکہ سے قطب جنوبی جاتے ہوئے آدھے راستہ پر ایک سطح

کوہستانی سلسلہ لمبا ہے جس کو کوئن موڈ رینج (Queen Maud Range) کے نام سے پکارا جاتا ہے ۔ اس کی بعض چوٹیاں پندرہ ہزار فٹ تک بلند ہیں ۔ اس کوہستان کے آگے ایک بلند سطح مرتفع ہے جس میں جغرافیائی قطب جنوبی واقع ہے ۔ دو میل موٹی برف کی تہہ پر ایک نامعلوم نقطہ اس دشوار گزار راستہ پر اگر کسی جگہ طیارہ اتارنا پڑے تو سخت احتیاطی تدابیر کے بغیر موت یقینی ہے ۔ پرواز کے خطروں سے آگاہ ہونے کے لئے اور ان کی ممکنہ وجوہات معلوم کرنے کے واسطے برڈ نے کوئن موڈ رینج پر کئی پروازیں کیں

۱۸ نومبر کی پرواز کے دوران برڈ ان پہاڑوں کے دامن میں لیو گلیشیر (Liv Glacier) پر اترا ۔ یہ گلیشیر کوئن موڈ پہاڑوں میں ۴۵ میل لمبا ایک درہ ہے ۔ اس جگہ برڈ نے غذا، پٹرول، ایندھن کا ذخیرہ اور ایک چولھا جمع کر دیا تھا۔ امریکہ سے قطب جنوبی جا کر واپس ہوتے وقت لیو گلیشیر سے پٹرول لینا ضروری تھا کیونکہ طیارہ میں اتنا پٹرول نہیں آتا تھا کہ قطب جنوبی تک بغیر رکے جائے اور آئے ۔ وجہ یہ تھی کہ طیارہ کو خاصی بلندی پر اڑنا پڑتا تھا ۔ ایک اور احتیاطی تدبیر یہ کی گئی کہ جغرافیہ دانوں کی ایک جماعت جو کوئن موڈ رینج تک جا رہی تھی راستہ میں رسد کے کئی ذخیرے بنا گئی ۔ اس جماعت کا ایک فرض یہ بھی تھا کہ کوہستان پر پہنچ کر یہ اطلاع دے کہ پہاڑوں کے اوپر پرواز کے لئے کس دن موسم صاف ہے ۔

۲۸ نومبر کو "یوم تشکر"[۱] کے موقع پر رات کے تین بجے پیغام ملا کہ موسم

---

[۱] ۔ یوم تشکر امریکہ کا قومی تہوار ہے ۔ یہ اولین آباد کاروں کی پہلی کھلیانوں کی یاد میں آج تک اسی طرح منایا جاتا ہے جس طرح آباد کاروں نے اپنی آباد کاری کے پہلے سال کی تکمیل کے موقع پر منایا تھا ۔

ٹھیک ہے۔ لٹل امریکہ کے رن وے پر "فلائڈ بینٹ" دوڑا اور فضا میں بلند ہو گیا اس پرواز پر برڈ کے ساتھ تین آدمی اور تھے۔ برڈ راہ پیمائی کر رہا تھا برنٹ بالشن جو بحراوقیانوس کی پرواز پر اس کے ساتھ تھا طیارہ اڑا رہا تھا ہیرلڈ جون (Harold June) معاون ہوا باز تھا اور ایشلے مکنلے (Ashley Mc. kinley) کے سپرد فضائی فوٹو گرافی تھی۔

کھڈوں سے پٹے ہوئے برف کے اس چٹیل میدان پر سے جنوب کی طرف پرواز کرتے ہوئے برڈ کو یہ فکر لگی ہوئی تھی کہ سامان سے بوجھل طیارہ میں اتنی طاقت بھی ہے کہ پہاڑوں کو پار کر لے۔ ان کی پرواز کی رفتار ۹۰ میل فی گھنٹہ تھی۔ صبح کے سوا آٹھ بجے وہ جغرافیہ دانوں کے پڑاؤ پر سے گذرے۔ پھر ان کی توجہ آگے کے پہاڑوں کو پار کرنے پر مرتکز ہو گئی۔

سوا نو بجے طیارہ لِو گلیشیر پر آیا اور درہ میں تبدریج بلند ہوتا گیا تاکہ پہاڑی سلسلہ سے پار ہو جائے۔ لِو بڑی خطرناک جگہ تھی۔ اس میں برف کے تودے اور گہرے کھڈ تھے۔ ہوا بھی متلاطم تھی جو جہاز کو ہلائے ڈالتی تھی۔ لِو تبدریج تنگ ہوتا جا رہا تھا اور جب وہ دس میل کا فاصلہ طے کر چکے تو ان کو پتہ چل گیا کہ جہاز کو مزید بلندی پر اڑانا پڑے گا ورنہ تباہی یقینی ہے۔ مشکل یہ تھی کہ اس وقت جہاز اپنی زیادہ سے زیادہ بلندی پر اڑ رہا تھا۔

بالشن نے یک لخت چلا کر کہا "پھینک دو۔ دو سو پونڈ پھینک دو"۔ یہی ترکیب کارگر ہو سکتی تھی۔ طیارہ کا بوجھ کم کئے بغیر بلندی پر پہنچنا ناممکن تھا سوال تھا کہ کیا پھینکا جائے۔ اس کا فیصلہ برڈ کو کرنا تھا اور جلد کرنا تھا۔ پٹرول یا غذا کس کو پھینکا جا سکتا ہے؟ اگر پٹرول گرا دیا تو قطب جنوبی سے واپسی ناممکن ہو گی اور اگر غذا کا سامان پھینک دیا گیا اور پھر طیارہ کو اترنا پڑا تو جان

جائے گی۔

برڈ نے اپنے تینوں ساتھیوں کو دیکھا اور آخر کار فیصلہ کر لیا۔ "ہیرلڈ غذا کا ایک تھیلا پھینک دو۔" اس نے ہیرلڈ جون کو آواز دی۔

تھیلا گرتے ہی جہاز کافی بلند ہو گیا مگر پھر بھی درہ کی دیواروں کے اندر ہی تھا۔ "اور پھینکو" بالشن نے کہا۔

غذا دوسرا تھیلا جوں ہی باہر گرا جہاز نے جیسے اوپر کو جست لگائی اور چار سو فٹ کی مزید بلندی حاصل کر لی۔ غذا تو ساری پھینک دی گئی تھی مگر طیارہ کوہستان کو پار کر چکا تھا۔

اب وہ سطح مرتفع پر پرواز کر رہے تھے اور قطب جنوبی تقریباً تین سو میل دور رہ گیا تھا۔ کوہستانی سلسلہ سے گذرتے ہوئے جو پریشانیاں لاحق ہوئیں وہ آخری تھیں۔ بعد کا سارا سفر اطمینان سے طے ہوا۔ ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء کو رات کے ایک بج کر چودہ منٹ پر طیارہ اس مقام پر پہنچ گیا جہاں ایمنڈسن اور ہسکاٹ کے قدم آ چکے تھے۔ عین قطب جنوبی پر برڈ نے طیارہ کا دریچہ کھولا اور ایک امریکی جھنڈا گرا دیا جس میں فلائڈ بینٹ کی قبر کا پتھر بندھا ہوا تھا۔ برڈ نے تحریری اطلاع دیتے ہوئے لکھا۔ "امریکی جھنڈا اس سے پہلے جہاں تک آیا تھا آج اس سے پندرہ سو میل آگے پہنچ گیا" اور قطب جنوبی کی سرزمین کے بارے میں لکھا کہ "سفید ویرانہ"

ٹل امریکہ واپس آ جانے کے بعد برڈ نے کئی ایسے علاقوں پر پروازیں کیں جہاں اور کوئی انسان اب تک نہیں پہنچا تھا ایک وسیع خطہ کو اس نے اپنی بیوی کے نام پر "میری برڈ لینڈ" (Mary Byad Land) کا نام دیا ایک کوہستانی سلسلہ جس کی چوٹیاں دس ہزار فٹ کی بلندی کو پہنچ رہی تھیں

ایڈسل فورڈ رینج کہلایا۔ برڈ نے اپنے فضائی کیمرہ سے اپنا انٹارکٹکا کے جتنے رقبہ کا نقشہ بنایا اتنا تمام سابقہ مہموں نے مجموعی طور پر نہیں بنایا تھا۔ اس کے ساتھ جو سائنس داں آئے تھے انھوں نے سب سے اہم دریافت یہ کی کہ کوئن موڈ رینج کے زیادہ بلند پہاڑوں پر کوئلہ کے ذخائر موجود ہیں۔ اس دریافت سے یہ ثابت ہوگیا کہ کسی گذشتہ عہد میں انٹارکٹکا پر برف کا دبیز غلاف نہیں تھا بلکہ وہاں کی آب و ہوا اتنی گرم تھی کہ درخت اور دوسرے نباتات نشو ونما پاتے تھے۔

فروری ۱۹۳۰ء میں برڈ یہ امید لے کر انٹارکٹکا سے واپس ہوا کہ اس نے جو کچھ کیا ہے اس کی وجہ سے امریکی عوام میں اس براعظم سے دلچسپی پیدا ہوگی۔ مگر جب وہ واپس پہنچا تو اسے یہ دیکھ کر تعجب ہوا کہ امریکی عوام میں محض دلچسپی ہی پیدا نہیں ہوئی تھی بلکہ ان کے نزدیک برڈ کا نام ہی انٹارکٹکا کی علامت بن گیا تھا۔ ہر جگہ ایک فاتح کے حیثیت سے اس کا خیر مقدم کیا جاتا۔ حالانکہ اس نے کئی بار کہا کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ محض ابتدا ہے۔

صدر ہربرٹ ہوور نے برڈ سے کہا: "مجھے علم ہے کہ قطب جنوبی پر آپ کی کامیاب پرواز پر جب میں امریکیوں کی مسرت کا ذکر کرتا ہوں تو میں عوام کے جذبات کی ترجمانی کرتا ہوں۔ ہم سب کو آپ کی ہمت اور قیادت پر فخر ہے۔ ہمارے لئے یہ بڑی مسرت کی بات ہے کہ ہمارے اندر جانفشانی اور جرأت آزمائی کی روح ابھی تک باقی ہے۔"

نواں باب

براعظم قطب جنوبی کی دوسری مہم

برڈ کی روح میں مہم جوئی رچی ہوئی تھی مگر اس نے براعظم قطب جنوبی کو صرف اسی بنا پر اپنی کوششوں کا "مرکز" نہیں بنایا۔ اس کے دوسرے اور زیادہ اسباب تھے۔ اب تک انسان نے انٹارکٹکا کے پچاس لاکھ مربع میل کا محض ایک چھوٹا سا حصہ ہی دیکھا تھا اور برڈ اس براعظم کا نقشہ مکمل کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے اس کا یہ بھی عزم تھا کہ اس براعظم کے تمام وسائل سراغ لگاکر یہ معلوم کرے کہ برف کے نیچے کوئلہ کے علاوہ اور کیا کیا ہے؟۔ جنوبی امریکہ، افریقہ اور آسٹریلیا کے جنوبی سروں سے قرب کی وجہ سے انٹارکٹکا کے محل وقوع کی دفاعی اہمیت کس حد تک سودمند ہو سکتی تھی؟ انٹارکٹکا کی آب وہوا کا دوسرے علاقوں پر کیا اثر ہوتا تھا؟

یہ اور ایسے ہی بہت سے سوالات اس کے ذہن میں کلبلا رہے تھے۔ اس کو یہ بھی فکر تھی کہ انٹارکٹکا کے جو علاقے اس نے دریافت کئے ہیں ان پر اپنے ملک کا دعوائے ملکیت کس طرح قائم کرے۔ ادھر دوسری قومیں تو ان

علاقوں تک کی دعوے دار تھیں جن پر ان کے مہم جو سیاحوں کی نظر تک نہیں پڑی تھی اور ادھر امریکی حکومت اپنی موجودہ حدود کو ایک انچ آگے بڑھاتے ہوئے بھی ہچکچا رہی تھی۔

برڈ نے ان سوالوں پر بڑا غور و خوض کیا اور اس نتیجہ پر پہنچا کہ اپنی خواہشات پوری کرنے کے لئے اس کو ساری زندگی انٹارکٹکا کی نذر کرنی پڑے گی اس کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے۔ دوسرے اس کو "دریافت کی کشش" نے مسحور کر رکھا تھا جس کی وجہ سے اس کا کام آسان ہوگیا۔ برڈ نے خود اعتراف کیا ہے کہ "جس نے جہاز کے آگے، سلیج کھینچنے والے کتّوں کے سامنے یا طیارہ کے گھومتے ہوئے پنکھوں سے نئی سرزمینوں کو اُفق پر اُبھرتے دیکھا ہے وہ آسانی سے اس کشش کا منکر نہیں ہو سکتا۔"

برڈ نے امریکہ کی سرزمین پر قدم رکھنے کے بعد ہی واپسی کا منصوبہ بنانا شروع کر دیا۔ مگر اس سے پہلے کچھ حقائق سے عہدہ برآ ہونا تھا۔ قرض کا بوجھ اب تک اس کے کاندھوں پر تھا، اس کو ملک کے طول و عرض میں اپنے کارنامہ پر تقریریں کرنی تھیں جن کا پروگرام پہلے سے طے ہو چکا تھا۔ ہر تقریر کا معاوضہ ڈیڑھ ہزار ڈالر طے ہوا تھا اس لئے ایک برس کے اندر ہی اندر اس معاوضہ سے سارا قرض بے باق ہوگیا۔ اب برڈ اپنی بیوی، لڑکے اور تین لڑکیوں کے ساتھ بوسٹن کے بلیک بے (Black Bay) کے علاقہ میں فروکش ہوگیا جہاں اس کو بریمر اسٹریٹ (Brimmer St.) پر ایک ایسی پانچ منزلہ عمارت میں جگہ مل گئی تھی جس کی دیواروں پر سدا بہار بیلیں چڑھی ہوئی تھیں۔ اسی گھر میں بیٹھ کر انٹارکٹکا پر دوسرے حملہ کی تیاریاں شروع کی گئیں۔

جن دنوں برڈ اپنی پہلی مہم پر گیا ہوا تھا کانگریس نے اس کو سبکدوش

افسروں میں ریئرایڈمرل (Rear Admiral) کے عہدہ پر ترقی دے دی تھی اصولاً تو عہدے میں ترقی اور اس کی ذاتی شہرت ہی چندہ جمع کرنے کے لئے کافی ہونی چاہئے تھیں مگر ایسا نہیں ہوا۔ ان دنوں امریکہ ایک معاشی بحران سے دوچار تھا۔ لاکھوں انسان بے روزگار ہو گئے تھے۔ ہر مہینہ ہزاروں کی تعداد میں کاروبار بند ہو رہے تھے اور بینکوں کے پاس اتنا اثاثہ ہی نہیں تھا کہ ادائیگیاں کرتے۔

برڈ کو اپنی مہم کے لئے لاکھوں ڈالر چندہ مل جانے کی جو امید تھی وہ اِن حالات میں پوری ہوتی نظر نہیں آرہی تھی۔ برڈ نے کچھ تو اپنی جمع پونجی لگائی، تھوڑا بہت چندہ کر لیا مگر اس طرح کل ڈیڑھ لاکھ ڈالر ہی جمع ہو سکے۔ رقم ناکافی تھی مگر برڈ نے بہت سا ساز و سامان صنعت کاروں سے بغیر قیمت دیئے کسی نہ کسی طرح حاصل کر ہی لیا۔ کالجوں اور سرکاری اداروں نے ایک لاکھ ڈالر کی قیمت کے سائنسی آلات مستعار دے دیئے۔ برڈ نے امداد کے واسطے جن تیس ہزار تجارتی اداروں کو خطوط لکھے تھے ان میں سے بہتوں نے اس شرط پر مال دینے کا وعدہ کیا کہ انھیں اپنی امداد کی اشتہار بازی کی اجازت دی جائے۔ اس کے علاوہ مال لینے کی اور کوئی صورت نہیں تھی اس لئے برڈ نے اجازت دی اِس طرح اس کو پٹرول، پانی سے محفوظ رکھنے والا کپڑا، کوئلہ، چولھے، چھوٹی مشینوں کے انجن، جوتے اور گوشت حاصل ہو گیا۔ رقم کے لئے برڈ نے ایک اور ترکیب کی برڈ کا ارادہ تھا کہ انٹارکٹکا سے امریکہ کے لئے ریڈیائی پروگرام نشر کرے۔ براعظم قطب جنوبی سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے لئے ان نشریاتی پروگراموں کے حقوق اس نے کولمبیا براڈکاسٹنگ کارپوریشن کے ہاتھ بیچ دیئے جس سے دوسری اہم ضروریات کے لئے رقم مل گئی۔ لکڑی کے تاجروں سے

دو سال کی خط وکتابت کے بعد آخر ایک تاجر بیلچے گاڑیوں کے لئے انتہائی ضروری ہیکوری (Hickory) لکڑی مفت دینے پر راضی ہوگیا۔

سمندر پر تیرنے والے برف توڑنے کا جہاز (Ice bracker) حاصل کرنے میں برڈ کو بڑا اُبرا تجربہ ہوا۔ برڈ کو فی الحقیقت ایک نہیں دو جہازوں کی ضرورت تھی۔ ایک برف توڑنے والا ایک مسافر اور مال بردار اسٹیمر۔ اسٹیمر تو امریکی جہاز رانی بورڈ سے ایک ڈالر سالانہ کرایہ پر مل گیا اور اس کا نام برڈ نے اپنے ایک مربی کے نام پر جس کا ایک شراب کا کارخانہ اور ایک بیس بال کی ٹیم تھی "جیکب روپرٹ" (Jaccob Ruppert) رکھا۔ پہلی جنگ عظیم جو میں مال بردار جہاز استعمال ہوئے تھے وہ جنگ ختم ہونے کے بعد سے اب تک بندرگاہوں میں سینکڑوں کی تعداد میں بیکار کھڑے تھے اس لئے جہاز رانی کے بورڈ نے بڑی خوشی سے برڈ کو جہاز دے دیا کہ چلو ایک جہاز تو کسی کام آیا۔

برف شکن جہاز کی تلاش میں برڈ کی نظر کیلیفورنیا کے شہر اوکلینڈ کے ایک مضبوط جہاز پر پڑی۔ یہ جہاز ۱۸۸۴ء میں بنا تھا اور ساحلی دفاع کے محکمہ کے پاس تھا۔ ۱۸۹۸ء میں یوکن (Yukon) میں سونا مل جانے کی خبر پاکر جو لوگ جوق در جوق وہاں گئے تھے وہ اسی جہاز پر گئے تھے۔ اوکلینڈ کی بلدیہ برڈ کے ہاتھ جہاز بیچنے پر راضی تو تھی مگر فروخت قانوناً صرف نیلام عام کے ذریعہ ہی ہو سکتی تھی۔ چنانچہ نیلام کا اعلان کیا گیا۔ بدقسمتی سے نیلام میں پرانے لوہے کا ایک بیوپاری بھی پہنچ گیا جس نے یہ اعلان کر دیا کہ وہ جہاز خریدے گا اور اسے توڑ کر لوہا بیچ ڈالے گا۔ برڈ نے اپنی برائے نام بولی دی ہی تھی کہ بیوپاری نے چلّا کر کہا "میری بولی ایک ہزار ڈالر۔" اس پر تاجر کو ذرا سخت الفاظ میں سمجھایا گیا۔ آخر کار وہ بولی نہ بڑھانے پر راضی ہوگیا۔ مگر جو بولی لگ چکی تھی وہ واپس نہیں لی جا سکتی تھی۔

برڈ کو مجبوراً اپنی قلیل پونجی میں سے ایک ہزار پچاس ڈالر ادا کرنے پڑے۔

ایک طرف اگر یہ پریشانیاں تھیں تو دوسری طرف مسرت کے لمحات بھی تھے۔ برڈ کو دوسری بار بھی ضرورت سے زیادہ سائنس دانوں اور ملاحوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔ ان میں سے بہت سے جو پچھلی مہم کے دوران دوبارہ انٹارکٹکا کی طرف رخ نہ کرنے کی قسم کھا چکے تھے، اب پھر ساتھ جانے پر مصر تھے۔ جو ساتھ نہیں جا سکتے تھے وہ دوسری طرح مدد کر رہے تھے۔ مثال کے طور پر ڈاکٹر ڈانا کوہین نے جو پچھلی مہم کا ڈاکٹر تھا عام قلیوں کی طرح جہاز پر سامان لادا۔

۱۹۳۳ء کے موسم خزاں میں جہازوں پر مال لادنے کا کام مکمل ہو گیا اور برڈ کی انٹارکٹکا کی دوسری مہم جنوب کی طرف روانہ ہو گئی۔ ابھی برف شکن جہاز "بیئر" (Bear) نے سفر شروع ہی کیا تھا کہ مہم ختم ہوتے ہوتے بچی۔ ریاست نارتھ کیرولائنا کے شہر ساؤتھ پورٹ کے قریب ایک طوفان نے بیئر کو جھنجوڑ کر رکھ دیا اس کے انجن اور سامان کے خانوں میں پانی بھر گیا مگر کسی نہ کسی طرح جہاز بچ گیا، ڈوبا نہیں۔

برڈ "روپرٹ" پر سوار تھا۔ "روپرٹ" اور "بیئر" کو تین مہینے بعد "وھیلوں کی کھاڑی" میں ملنا تھا۔ برڈ اس مہم پر زیادہ سے زیادہ فضائی تحقیقات کرنا چاہتا تھا۔ اس لئے اس کا پروگرام یہ تھا کہ پناما نہر سے گذرنے کے بعد جہاز جنوبی امریکہ کے مغربی ساحل کے ساتھ ساتھ بحرالکاہل میں جنوب کی طرف چل کر پیٹر، اول نامی جزیرہ پر پہنچ جائے اور یہاں سے دو پروں والے بڑے کونڈور (Condor) طیارہ میں لٹل امریکہ تک راستہ طے کرے۔ اس طرح نامعلوم علاقہ کے ایک بڑے رقبہ کا نقشہ بنایا جا سکتا تھا۔

مگر جب "روبرٹ" جنوبی امریکہ کے ساحل کے ساتھ ساتھ بحرالکاہل میں جنوب کی طرف رواں تھا امریکی بحریہ نے برڈ کو اطلاع دی کہ کونٹ ور کے پنکھے کمزور ہیں۔ برڈ فوراً راستہ بدل کر ویلنگٹن (نیوزی لینڈ) کی طرف چل پڑا۔ اب برڈ حماقت کی حد تک نڈر نوجوان نہیں تھا بلکہ تجربہ کار اور محتاط مہم جو بن چکا تھا۔ غیر ضروری خطرے مول لینا بہادری کی نہیں حماقت کی علامت ہوتی ہے۔

۱۱ دسمبر کو روبرٹ نیوزی لینڈ سے انٹارکٹکا کے لئے روانہ ہوا۔ اگرچہ نیوزی لینڈ میں چھ روزہ قیام کا ایک ایک لمحہ آخری تیاریوں میں صرف ہوا تھا مگر برڈ کو تھکان کا مطلق احساس نہیں تھا۔ یہ انٹارکٹکا کا پہلا سفر نہیں تھا وہ دوسری بار وہاں جا رہا تھا برڈ اپنے خیال میں آئندہ کے واقعات کا صحیح اندازہ لگائے بیٹھا تھا مگر اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ انٹارکٹکا ایک چونکا دینے والی سرزمین ہے جہاں صحیح اندازے بھی غلط ہو جاتے ہیں۔

اس مرتبہ راستہ میں جو برف کی سلیں (Ice bergs) ملیں وہ زیادہ چوڑی نہیں تھیں مگر برف کے تودوں کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ وہ پریشان ہو گئے ایک روز تو آٹھ ہزار سے زیادہ آئس برگ نظر آئے۔ جس جگہ ان کی تعداد سب سے زیادہ تھی اس جگہ کو برڈ نے "ابلیس کا قبرستان" کا نام دیا۔ مصروف راتوں میں عرشہ کے اوپر مستول پر بیٹھے ہوئے ملاحوں کی آوازیں گونجتیں۔ "برف کا تودہ۔ آگے داہنی طرف دیا" "تودہ الٹے ہاتھ پر بہت نزدیک ہے" اور جہاز کا انجن جہاز کو موڑتے ہوئے کراہ اٹھتا۔ کبھی کبھی تو یہ آئس برگ محض نظر کا دھوکا ثابت ہوتے۔

بالآخر "روبرٹ" بحیرہ راس میں داخل ہو گیا اور برِ اعظم کے کنارے پر بلند چٹانی دیوار کے ساتھ ساتھ مشرق کی طرف بڑھنے لگا۔ ۱۷ جنوری کو صبح

سوا نو بجے وہ شگاف نظر آنے لگا جس کو وہیلوں کی کھاڑی کہا جاتا ہے۔ اپنے جانے پہچانے منظر کو دیکھتے ہی برڈ نے چلا کر کہا "گھر آگیا"۔

ابھی تک "لٹل امریکہ" کی شکل نہیں بگڑی تھی اور راستہ بھی زیادہ آسان نظر آرہا تھا۔ پہلی مہم میں تو بحری جہاز ساحل سے آٹھ میل دور لنگر انداز ہوئے تھے مگر اس مرتبہ وہ ساحل سے تین میل کے فاصلے تک پہنچ گئے جس سے برڈ کو بڑی خوشی ہوئی اور وہ اپنے پرانے مستقر کو دیکھنے کے لئے روانہ ہوگیا کہ آیا وہ جگہ اب بھی استعمال کے قابل ہے یا نہیں۔؟

ایک ہی نظر میں پتہ چل گیا کہ نیا مستقر بنانا پڑے گا۔ ریڈیو کے ایریئول کے چند کھمبے، نشریاتی مینار، رودکش اور ہوادان ہی باقی بچے تھے اور پرانی بستی پانچ برس میں برف تلے دب گئی تھی۔ برف میں چار فٹ تک کھدائی کرنے کے بعد برڈ کو انتظامیہ کی عمارت کی چھت مل گئی جس کے اندر ہر طرف برف کی تہہ جمی ہوئی تھی، شہتیریں ٹوٹ چکی تھیں اور چھت برف کے بوجھ تلے جھک گئی تھی مگر بھنا ہوا گوشت اسی طرح میز پر پلیٹ میں رکھا ہوا تھا جیسا وہ لوگ چار برس پہلے چھوڑ کر گئے تھے۔ شدید سردی میں اس کے خراب ہونے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ چولہوں پر بھی کڑھائیوں میں جو کھانے کی چیزیں چھٹ گئی تھیں اسی طرح پڑی تھیں۔

پرانی یادگاروں کو دیکھ کر جو خوشی ہوئی تھی وہ بہت جلد ماند پڑ گئی کیونکہ ایک نئی افتاد آن پڑی۔ برفانی دیوار کا وہ شگاف جس کو وہیلوں کی کھاڑی کہا جاتا ہے دھیرے دھیرے بند ہوتا جا رہا تھا۔ اس کے بند ہونے سے جو دباؤ پڑا تھا اس کی وجہ سے کھاڑی سے گزرنا ناممکن ہوگیا تھا۔ سطح دب کر اس قدر ناہموار ہو گئی تھی کہ بعض جگہ تو برف کی تہیں پچاس فٹ

تک بلند ہو گئی تھیں۔

سامان لانے کے لئے صرف ایک راستہ رہ گیا تھا۔ پڑاؤ تک تین میل کا فاصلہ طے کرنے کے بجائے اب اس دبی ہوئی برف سے بچنے کے لئے میں میل کا چکر لگانا ضروری ہو گیا تھا۔ یہ سفر کاہے کو تھا عذاب تھا اور اس کے راستہ کو "مصیبت کی گزرگاہ" کا نام دے دیا گیا۔ گرمیوں کا موسم بہت تیزی سے ختم ہوتا جا رہا تھا اور کام بہت باقی تھا۔ انٹارکٹکا نے برڈ کو یہ سبق دیا تھا کہ "وقت مالک ہے اور انسان غلام"۔ تقریباً تین ہفتوں تک آدمی اور برفستانی کتے کہر اور طوفانوں کی پرواہ کئے بغیر روزانہ اٹھارہ گھنٹہ کام میں لگے رہتے، جہاز سے سامان اتارتے اور پڑاؤ تک ڈھوتے۔ کچھ لوگ اس قدر تھک گئے تھے کہ نہ تو بات ڈھنگ سے کر سکتے تھے نہ ٹھیک سے کھانا کھا سکتے تھے۔ بعض کے ہاتھ پیروں کو پالا مار گیا تھا، کچھ لوگ برف پر دھوپ کی تیز چمک سے اندھے ہو گئے تھے۔ لوگوں کی جسمانی طاقت بالکل جواب دینے والی تھی کہ "بیر" وھیلوں کی کھاڑی میں داخل ہو گیا اور اس کا عملہ ہاتھ بٹانے کے لئے میدان عمل میں آگیا۔

لٹل امریکہ پر سامان جمع کرنے کا کام ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ برڈ کو احساس ہو گیا کہ پچھلا پڑاؤ محفوظ نہیں ہے لہٰذا اس نے نیا پڑاؤ لٹل امریکہ دوم بنانے کا حکم دیا۔ ڈیڑھ سو آدمیوں کی اس مہم کے واسطے اس پڑاؤ میں آٹھ عمارتیں تھیں۔ نئے اور پرانے اڈوں کے درمیان راستے بھی بنا دئے گئے۔

جب نیا پڑاؤ بن گیا تو ایک دن اس کے نواح میں گھومتے ہوئے برڈ نے دیکھا کہ ارد گرد کی برف میں شگاف پڑ رہے ہیں۔ اب ایک نیا خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر یہ شگاف گہرے ہو گئے تو جس تودے پر پڑاؤ ہے وہ سارے کا

سارا بہہ کر سمندر میں چلا جائے گا۔ حفظ ماتقدم کے طور پر برڈ نے اپنے تھکے ماندے ساتھیوں کو دوبارہ سامان کا ایک اور ذخیرہ بنانے کو کہا۔ مگر یہ محنت غیر ضروری ثابت ہوئی کیونکہ بڑھتی ہوئی سردی کی وجہ سے شگاف خود بخود بند ہو گئے۔

ان مسلسل پریشانیوں کے بعد لوگوں کو یہ امید بندھ گئی تھی کہ اب کوئی اور مشکل پیش نہیں آئے گی، لیکن یہ امید نقش بر آب ثابت ہوئی۔ مہم کے چار طیاروں میں سے ایک حادثہ کا شکار ہو گیا، ایک عمارت میں آگ لگ گئی مگر قیمتی سامان کسی نہ کسی طرح بر وقت بچا لیا گیا۔ "خدایا! اب اور کیا باقی ہے؟" ان پے در پے حادثوں سے تھک کر برڈ نے خدا سے پوچھا۔ جواب بھی فوراً ہی مل گیا۔ عملہ کا ایک فرد اپنڈی سائٹس میں مبتلا ہو گیا۔ کسی طبی سہولت کے بغیر شدید مشکلات میں ڈاکٹروں نے بڑی جانفشانی سے اس شخص کو بچا لیا جس سے عملہ میں پھیلنے والی مایوسی اور قنوطیت ختم ہو گئی۔

مارچ کا مہینہ شروع ہو گیا۔ سورج ڈھلتا جا رہا تھا اور سرما کی طویل رات لٹل امریکہ دوم کی طرف بڑھ رہی تھی۔ قیمتی وقت تیزی سے گذر رہا تھا اور ایک بہت ضروری کام باقی رہ گیا تھا۔ اگر موسمی حالات معلوم کرنے کے لئے ایک اور اڈا بنایا نہ جا سکتا تو مہم کا مقصد فوت ہو جاتا۔

براعظم کے اندرونی حصے میں یہ پہلا انسانی مستقر بن رہا تھا۔ پہلے تو برڈ نے سوچا کہ کئی آدمیوں کے ساتھ اس اڈے میں سردیاں گزارے اور روزانہ کے موسم کی معلومات حاصل کرے۔ اس مستقر کے واسطے اس نے بوسٹن میں ایک ایسا پہاڑی مکان بھی بنایا تھا جسے ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کیا جا سکتا تھا۔ اب جوں جوں تاریکی گہری ہوتی جا رہی تھی برڈ کو وہ فیصلے

کرنے تھے۔ پہلا تو یہ تھا کہ مستقر کس طرح بنایے۔ پہاڑی مکان کو کوئن موڈ رینج کے گلیشیروں پر سے گھسیٹ کر لے جانا خطرناک تھا کوئن موڈز کی وادی میں اس چھوٹے موسمیاتی اسٹیشن کی تعمیر محض ایک جوا تھی۔ ایسا جوا جس میں کامیابی کی امید بہت کم ہو کیونکہ اس کا فاصلہ چار سو میل تھا۔ لہٰذا برڈ نے طے کیا کہ یہ مستقر لٹل امریکہ سے صرف سوا سو میل دور بنایا جائے۔ اس جگہ سے آگے بڑے بڑے کھڈوں اور شگافوں کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔ برڈ کا دوسرا فیصلہ اس مستقر پر رہنے والوں کے بارے میں تھا۔ مارچ شروع ہوتے ہوتے اس نے مکینوں کی تعداد گھٹا کر تین کر دی تھی مگر جب یہ پتہ چلا کہ تین آدمیوں کے لئے ضروری رسد پہنچانا بھی ممکن نہیں ہو گا تو اس نے وہاں دو آدمیوں کو رکھنے کا ارادہ کیا مگر جلد ہی یہ فیصلہ بھی بدلنا پڑا۔

برڈ نے کہا کہ "اگر دو آدمیوں کو اس اجنبی ماحول میں ایک چھوٹی سی جھونپڑی میں بند کر کے چھوڑ دیا جائے انہیں ایک لالٹین کی ٹمٹماتی روشنی میں ایک دوسرے کے ساتھ سات مہینے گزارنے پڑیں تو ایک وقت ضرور ایسا آئے گا جب ان کے پاس ایک دوسرے سے گفتگو کا ہر موضوع ختم ہو جائے گا بہترین خیالات کا اظہار ایک بے معنی بکواس بن جائے گا۔ چھوٹے چھوٹے کام مثلاً لیمپ بجھانا، فرش پر جوتے اتارنا کھانا دوسرے کو اشتعال دلانے کے لئے کافی ہوں گے۔ دونوں خواہ کتنے ہی گہرے دوست کیوں نہ ہوں ایسا ضرور ہو گا۔"

برڈ نے فیصلہ کیا کہ وہ اس موسمیاتی مستقر پر تنہا رہے گا۔ اس فیصلہ پر اس کے رفقاء نے کافی احتجاج کیا مگر برڈ کا فیصلہ نہیں بدلا۔ ۱۶ مارچ کو اس نے عملہ کو اس مستقر پر پہنچنے کی ہدایت کی اور چار ٹریکٹروں پر نو آدمی ۵۰۔ درجہ

فارن ہائٹ سردی میں اس سفر پر نکلے۔ راستہ بھر برف کے طوفانوں اور گہرے گھڈوں سے نبرد آزمائی کرنی پڑی۔ اکیس تاریخ کو یہ جماعت منزل پر پہنچی، گو سردی سے لباس جم چکا تھا اور ہاتھ پیر پالے سے ٹھٹھر گئے تھے مگر انھوں نے برڈ کے لئے "ٹھکانا" تیار کر دیا۔

اٹھائیس تاریخ کو عملہ برڈ سے رخصت ہو کر لٹل امریکہ لوٹ گیا۔ تاریکی تقریباً مکمل طور پر چھا چکی تھی اور درجہ حرارت بتدریج گرتا جا رہا تھا۔ پہاڑی مکان سرد تھا، لیکن بہ قول برڈ "وہ اس نزاکت سے بنا تھا جیسے گھڑی۔ دیواریں پلائی وڈ (Plywood) کی تھیں اور چھت المونیم کی۔ زمین دوز سرنگوں میں رسد اور ساز و سامان بھرا تھا۔ گھر کے اندر بستر، چولھا، سائنسی آلے اور ایک اعلیٰ درجے کا کتب خانہ تھا۔ غذا کے لئے ۳۶۰ پونڈ گوشت اور ۹۲ پونڈ ترکاریاں تھیں" جھونپڑی برف کے اندر بنائی گئی تھی صرف چولھے کا دود کش، موسمیاتی آلے اور ریڈیو کا ایریل برف کے باہر نکلے ہوئے تھے۔

برڈ روزانہ صبح آٹھ بجے سے آدھی رات تک مصروف رہتا تھا۔ آٹھ مختلف موسمیاتی آلات پر نگاہ رکھنی ہوتی تھی۔ ان میں سے بعض میکانکی آلے تھے جن کو چابی دینا ضروری تھا۔ برڈ نے بعد میں بتایا کہ "وہ آلے میرے تابع نہیں تھے میں ان کا تابع تھا۔" صبح کے ٹھیک آٹھ بجے وہ اوپر دروازہ سے نکل کر برف کے اوپر فضائی درجہ حرارت ناپتا، ساتھ ہی ساتھ بادلوں کی فی صد مقدار، کہر کی مقدار اور برفباری کی مقدار کی بھی پیمائش لیتا۔ ہوا کی سمت اور رفتار بھی ناپی جاتی۔ اس کے بعد سارا دن تقریباً ہر ایک گھنٹے پر اس کو کوئی نہ کوئی پیمائش کرنی پڑتی۔ برڈ جب اپنی پیمائشوں کے لئے باہر نکلتا تھا تو درجہ حرارت اکثر ۸۰۔ درجہ فارن ہائیٹ بلکہ اس سے بھی کم ہوتا تھا۔

لٹل امریکہ سے موسمیاتی اڈہ کا رابطہ ریڈیو ٹیلی فون کے ذریعہ قائم تھا۔ یہ دو طرفہ سلسلہ نہیں تھا اس لئے برڈ ریڈیو پر صرف پیغام وصول کر سکتا تھا۔ خود وہ مارس کوڈ (Morse Code) کے نقطوں اور لکیروں کے ذریعے پیغامات بھیج سکتا تھا۔ یہ کوڈ تار بھیجنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ اتوار، منگل اور جمعرات کو صبح دس بجے ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق پیغامات کا تبادلہ ہوتا تھا۔

اڈے کی تعمیر کے دوران شانہ میں موچ آجانے سے برڈ کو ان دنوں کافی تکلیف تھی ہی کہ اس سے بڑی مصیبت آن پڑی۔ وہ اس منجمد تاریک ویرانہ میں چھ ہفتے گزار چکا تھا کہ مئی کو اسے پہلی بار احساس ہوا کہ کچھ نہ کچھ گڑبڑ ہے۔ اس نے اپنے روزنامچہ میں لکھا:۔

"میرے اوپر سارے دن جھلاہٹ سوار رہی ہے اور رات کو کھانے کے بعد سے دل بیٹھتا ہوا محسوس ہو رہا ہے۔ وجہ سمجھ میں نہیں آتی...... آج رات میں اس اعتراف پر مجبور ہوں کہ اپنے ذہن کو متوازن رکھنا اب میرے لئے ایک سنجیدہ مسئلہ بن گیا ہے"

وجہ بہت سنگین تھی۔ دراصل دودکش کا جو حصہ اوپر نکلا ہوا تھا اس میں برف جم گئی تھی اور اندر کے بند ماحول میں زہریلا دھواں گھٹنے لگا تھا اور باہر نہیں نکل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی ریڈیو جنریٹر اور تیل کے خراب چولھے سے زہریلی کاربن مونو اکسائڈ (Carbon Mona Oxide) بھی اندر بھر رہی تھی۔ ۳۱ مئی کو صورت حال نازک ہو گئی۔ وہ لٹل امریکہ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھا کہ جنریٹر کمزور پڑنے لگا۔ لٹل امریکہ کو ٹھہرو کا پیغام

بھیج کر وہ جنریٹر کا معائنہ کرنے کے لئے برفیلی سرنگ میں گیا۔
جب اسے ہوش آیا تو وہ سرنگ میں چاروں شانے چت پڑا ہوا حواس مجتمع کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ سرنگ میں ہوا کی بالائی سطح زہریلی تھی جس میں سانس لیتے ہی اس پر غشی طاری ہوگئی تھی۔ مگر فرش کے قریب کی ہوا صاف تھی جس سے اس کے اوسان بحال ہو گئے تھے وہ لڑکھڑاتا ہوا واپس آیا۔ لٹل امریکہ کو آخری پیغام بھیجنا ضروری تھا ورنہ وہاں لوگوں کو فکر ہو جاتی۔ اس نے بڑی مشکل سے یہ پیغام بھیجا۔ اس نے اپنے روزنامچہ میں لکھا ہے:

"اس کے بعد میں نے کیا کیا اس کے بارے میں میں یقینی طور پر کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں نہیں جانتا کیا حقیقت تھی اور کیا خواب بس اتنا یاد ہے کہ میں پورا لباس پہنے بستر پر پڑا تھا اور گویا بڑے تعجب سے جنریٹر کی آواز سن کر یہ سوچ رہا تھا کہ دم گھٹ کر مرنے سے بچنے کے لئے مجھے اس جنریٹر کو بند کرنا ہی ہوگا۔ مجھے شدید چکر آرہے تھے اور میرا دل جیسے عجیب و غریب قلابازیاں کھا رہا تھا۔"

مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی طرح سرنگ میں گیا اور جنریٹر بند کر دیا۔ اس لمحہ کے بعد موت کے خلاف دفاعی جنگ شروع ہوگئی۔ سر درد سے پھٹا جاتا تھا، آنکھوں اور سر میں ٹیسیں اٹھتی تھیں، کھانا کھاتے ہی چکر آنے لگتے تھے۔ میرے اندر کوئی چیز رہتی تھی، کہ مجھے سوچنا چاہئے۔ معمولی سی حرکت سے غشی طاری ہو جاتی تھی۔

مگر وہ ہار ماننے والا نہیں تھا۔ جسم کی طاقت تو اسے پتہ تھا ختم ہو چکی ہے مگر پھر وہ کسی نہ کسی طرح خود کو سیڑھیوں پر گھسیٹتا ہوا باہر نکلتا اور پیمائشیں کرتا۔ ایک کام ختم ہوتا تو وہ رینگتا ہوا دوسرے کام میں لگ جاتا۔ ایک مرتبہ

اس کو اتنی سخت پیاس لگی کہ سرنگ کی برف چاٹتے چاٹتے اس کی زبان جل گئی۔ برڈ نے ان دنوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا "موت ایک تاریک کمرہ میں بیٹھے ہوئے اجنبی کی طرح میری منتظر تھی"

برڈ نے اپنی اس حالت سے لٹل امریکہ والوں کو مطلع نہیں کیا۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے وفادار ساتھی اس کے پاس آنے کی کوشش کریں گے اور ہو سکتا ہے کہ تاریکی میں کئی اور جانیں تلف ہو جائیں۔ اس خیال سے وہ اپنی بگڑتی ہوئی حالت کے باوجود طے شدہ پروگرام کے مطابق لٹل امریکہ سے رابطہ قائم کئے رہا۔ ہر مرتبہ رابطہ قائم کرنے کے بعد وہ نڈھال ہو کر گر پڑتا۔ جولائی کو اس نے اپنے روزنامچہ میں لکھا:۔

"میری حالت اب بھی نازک ہے۔ ذہن بے حد تھکا ہوا ہے اور لغو خیالات کی آماجگاہ بن گیا ہے۔ آج کی صبح بہت خراب تھی۔ میری روح تاریکی، سردی اور برفانی منظر کی یکسانیت سے ٹوٹتی جارہی ہے۔ دل جمعی اور ذہنی سکون تقریباً رخصت ہو چکے ہیں"

اگست آتے آتے لٹل امریکہ والوں کو برڈ کی حالت مشکوک نظر آنے لگی۔ اس کے ریڈیائی پیغامات ٹھیک نہیں ہوتے تھے "ٹھہرو" کے اشارہ کے بعد طویل خاموشی چھا جاتی۔ بالآخر ۸ اگست کو ایک جماعت ٹریکٹر کے ذریعہ حال معلوم کرنے نکلی۔

دو دن کے بعد اوپر سے ٹریکٹر کے فرانسیسی ہارن کی آواز سن کر برڈ نے کمزور آواز میں پکارا "نیچے آجاؤ دوستو! گرم شوربہ تیار ہے"

اس جماعت کے ایک رکن نے بعد میں بتایا کہ "ہم اس کی (برڈ)

حالت دیکھ کر ششدر رہ گئے۔ وہ فاقہ زدہ لگ رہا تھا۔ گال اندر دھنس گئے تھے، جسم کمزور اور لاغر ہوگیا تھا مگر اس نے ہم کو اس طرح خوش آمدید کہا جیسے کوئی بات ہی نہ ہو۔۔۔۔۔ لیکن اس کی حالت اور بھرائی ہوئی آواز نے ہمیں بتادیا کہ اس رویّہ سے قطع نظر اس پر کتنا کٹھن وقت گزر چکا ہے" مگر سب لوگ یہ دیکھکر حیران رہ گئے کہ برڈ کی موسمیاتی رپورٹیں مکمل تھیں"

برڈ کو اسی مستقر پر دو ماہ تک رہنا پڑا تب کہیں جاکر اس میں اتنی طاقت آئی کہ لٹل امریکہ واپس جاسکے۔ اس اثنا میں تین تفتیشی جماعتیں ستمبر اور اکتوبر کے موسم بہار میں نامعلوم علاقوں کے سفر پر نکلیں پیدل اور طیاروں سے دو لاکھ مربع میل کے نئے علاقے کی نقشہ بندی کی گئی۔ ایک تفتیشی جماعت کو راستہ میں ایک مردہ آتش فشاں پہاڑ بھی ملا۔ دوسری جماعت کو قطب جنوبی سے محض ۲۱۰ میل دور کئی Fossils اور درختوں کے تنوں کے کئی ٹکڑے ملے۔ اوروں نے سیسہ اور فولاد کے کئی ذخائر ڈھونڈھ نکالے۔ ایک ٹولی نے ۸۹ قسموں کے نباتات دریافت کیے۔

گر جس کو سب سے بڑی دریافت سمجھا جارہا تھا وہ ایک علمی مذاق ثابت ہوئی۔ کوئن موڈ رینج سے ایک آدمی سونے کی چھوٹی سی ڈلی لے کر لوٹا۔ اس دریافت سے لٹل امریکہ میں بڑی سنسنی پھیلی اور لوگ اس قیمتی دھات کو تلاش کرنے کا منصوبہ بنانے لگے۔ جو آدمی سونا لے کر آیا تھا اس نے یہ بتاکر تیاری رکوادی کہ

لہ ہماری دنیا کی تاریخ کے ابتدائی ادوار کے نباتات اور حیوانات کے وہ آثار جو چٹانوں اور برفانی علاقوں میں ملے ہیں انھیں Fossil کہا جاتا ہے۔ ان کی بنا پر اولین جاندار اور دوسرے زندہ اجسام کے خاکے اور تصویریں بھی بنائی گئی ہیں اور انھیں آثار کی بنا پر اب اس دنیا کی پیدائش کا زمانہ آج سے کوئی چھ سو ملین سال پہلے قرار دیا جاتا ہے۔
—مترجم

یہ سونا تو میرے ایک دانت کے خلا میں بھرا ہوا تھا اور اس میں سے نکل پڑا۔"

جب برڈ صحت یاب ہو گیا تو وہ یہ ثابت کرنے نکلا کہ انٹارکٹکا حقیقت میں ایک ہی بر اعظم ہے یا دو براعظموں کا مجموعہ ہے۔ مثلاً امریکہ بلند و بالا راس برفانی دیوار (Ross Ice Barrier) کے سرے پر واقع تھا۔ یہ دیوار پہلی نظر میں تو براعظم ہی کا حصہ معلوم ہوتی تھی مگر دراصل یہ براعظم کے کنارے پر واقع تھی اس کی لمبائی پانچ سو میل تھی اور قطب جنوبی کی سمت میں ۴۰۰ میل دور تک جاتی تھی۔ بعض ماہرین ارضیات کا دعویٰ تھا کہ راس برفانی دیوار اور براعظم کے دوسرے سرے کو ملانے کے لئے ایک منجمد خاکنائے موجود ہے مگر نومبر ۱۹۳۴ء میں برڈ نے مشاہداتی پروازوں کے ذریعہ ثابت کر دیا کہ انٹارکٹکا کو کوئی خاکنائے تقسیم نہیں کرتی۔ جس جگہ خاکنائے ملنے کی توقع تھی وہاں خشکی تھی جس پر برف کی تہہ جمی ہوئی تھی۔ انٹارکٹکا دو براعظموں کا مجموعہ نہیں ایک ہی براعظم تھا۔

برڈ جب ۱۹۳۵ء میں ریاست ہائے متحدہ امریکہ واپس پہنچا تو اس کا پرانا دوست فرینکلن ڈی۔ روزویلٹ واشنگٹن نیوی یارڈ میں اس کے استقبال کو موجود تھا۔ صدر روزویلٹ نے اپنی تقریر میں اس مہم کے اس "عظیم کارنامہ" کا ذکر کیا جس کی بدولت سائنس کی کم از کم بائیس مختلف شاخوں کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہوئی تھیں۔ برڈ کی تعریف کرتے ہوئے صدر نے کہا "(انھوں نے) دنیا کے ایک ایسے خطے کے نقشہ کو مکمل کر دیا ہے جو اب تک سادہ تھا۔"

یہ سب اپنی جگہ کافی تسلی بخش تھا مگر صدر، انٹارکٹکا کے ان حصوں پر ملکیت کا دعویٰ کرنے کے لئے آمادہ نہیں تھے جو برڈ نے دریافت کئے تھے۔ اور برڈ کو اپنی مہم کی دریافتوں اور سائنسی تجربوں کی کامیابی پر ہی صبر کر لینا پڑا۔

دسواں باب

برِّاعظم قطبِ جنوبی کی آبادکاری

اڈمرل برڈ نے اپنی پچاسویں سالگرہ اکتوبر ۱۹۳۸ء میں منائی (یہ سالگرہ ان کی زندگی کا جشن طلائی تھی) یہ جانتے ہوئے بھی کہ انٹارکٹکا میں تو نوجوانوں کا بھی برا حشر ہوتا ہے اور وہ تو اس عمر کو پہنچ گیا ہے۔ جہاں خطرناک مہمات داستان پارینہ ہو جاتی ہیں اور ان کی یادگار چند نقشے اور اخباروں کے تراشے ہی رہ جاتے ہیں، یہ خوش شکل انسان جس کے بالوں پر برف سی جمنے لگی تھی بس کرنے کا قائل نہیں تھا۔ انٹارکٹکا میں اور انٹارکٹکا کے واسطے بہت کچھ کرنا باقی تھا اور یہ کام وہی کر سکتا تھا اور کوئی نہیں۔

۱۹۳۹ء تک بہت سی قوموں نے انٹارکٹکا کے مختلف حصوں پر اپنی اپنی ملکیت کے دعوے کر دئے۔ ان میں برطانیہ، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، فرانس، ناروے، چلی اور ارجنٹائنا شامل تھے۔ جن علاقوں پر انھوں نے دعویٰ کیا تھا ان کا زیادہ تر حصہ نہ کسی نے دیکھا تھا نہ کبھی اس کا نقشہ بنا تھا مگر ملکیت کے دعوے پھر بھی کئے جا رہے تھے۔

ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا موقف یہ تھا کہ جب تک "ان علاقوں میں

حقیقی آبادکاری" نہ ہو جائے کسی کا قبضہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ مگر جب جرمنی میں ہٹلر کی نازی حکومت نے انٹارکٹکا پر اپنی ملکیت کا دعویٰ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تو صدر روز ویلٹ کو فکر ہو گئی۔

اب عمل کا وقت آچکا تھا اس لئے صدر نے اعلان کیا کہ براعظم قطب جنوبی کے بعض حصوں پر امریکہ کے دعوے کے قیام کا وقت آگیا ہے۔ مگر چونکہ صدر روز ویلٹ حکومت کا یہ اصول تھا کہ آبادکاری کے بغیر قبضہ تسلیم نہیں کیا جاسکتا اس لئے صدر نے انٹارکٹکا میں مستقل آبادکاری کا فیصلہ کرلیا اور کہا کہ "صرف ایڈمرل برڈ ہی اس منصوبہ کو چلا سکتے ہیں"۔ نتیجہ یہ ہوا کہ سو برس میں پہلی مرتبہ امریکی حکومت نے انٹارکٹکا کی مہم کی اعانت کرنے کی حامی بھری۔

سرکاری امداد سے تفتیشی مہم انٹارکٹکا لے جانے کا تصور برڈ کے لئے بڑا خوش آئند تھا۔ حکومت کے شعبۂ داخلہ میں امریکی انٹارکٹک سروس قائم ہوئی تو برڈ اس کا پہلا افسر اعلیٰ مقرر ہوا۔ اب انٹارکٹکا میں امریکیوں کی آبادکاری کے آغاز کے لئے دس لاکھ ڈالر جمع کرنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔

مگر یہ خیال غلط نکلا۔ ایسے منصوبہ کے لئے جس کی ناکامی کا خاصا امکان تھا کانگریس ساڑھے تین لاکھ ڈالر سے ایک حبہ زیادہ دینے پر تیار نہیں ہوئی برڈ کو دوبارہ غیر سرکاری ذرائع سے مدد مانگنی پڑی۔ جنگ اور بحریہ کے شعبوں سے اس نے مزید ۳۲۶۴۶۶ ڈالر کی قیمت کی رسد اور ساز و سامان حاصل کیا اس نے اپنا سارا بینک اکاؤنٹ اس مہم کی نذر کر دیا اور دوسرے بینکروں سے بھی قرض لیا۔ یوں اس کو دو لاکھ چالیس ہزار ڈالر مل گئے۔ اس نے اپنا برف شکن جہاز "بیئر"، جس کی مرمت پر ایک لاکھ بیس ہزار ڈالر خرچ ہوئے تھے بحریہ کے ہاتھ ایک ڈالر میں بیچ دیا۔

برڈ کی مہم کو سب سے قیمتی تحفہ شکاگو کے آرمر انسٹی ٹیوٹ سے ملا۔ یہ اسنو کروزر نامی ۵۵ فٹ لمبی، ۲۰ فٹ چوڑی ۱۵ فٹ اونچی اور دس فٹ قطر کے پہیوں کی گاڑی تھی جس کی قیمت ڈیڑھ لاکھ ڈالر تھی۔ سنو کروزر کے اوپر ایک چھوٹا ہوائی جہاز کھڑا تھا اور اس کے اندر انٹارکٹکا کے لئے ایک مختصر مگر مکمل پڑاؤ کا سازوسامان تھا۔ اس گاڑی میں پانچ ہزار میل تک سفر کے لئے پٹرول کی گنجائش تھی اور اس کے عملہ کا ارادہ تھا کہ اس پر بیٹھ کر قطب جنوبی کا سفر کیا جائے گا۔

صدر روز ولٹ نے برڈ کو جو حکم نامہ بھیجا تھا وہ بہت واضح تھا۔ اس کے تحت اسے ۰۰ درجہ اور ۷۸ درجہ طول البلد مغرب کے درمیانی علاقہ کے بارے میں مکمل معلومات حاصل کرنی تھیں۔ یہ رقبہ جنوبی امریکہ کے نیچے واقع انٹارکٹکا کے سرے سے وھیلوں کی کھاڑی تک پھیلا ہوا تھا۔ صدر روز ویلٹ نے مہم کے لئے ایسے طیاروں کو طویل پروازوں کا بھی حکم دیا جن پر فضائی کیمرے نصب تھے اس کے ساتھ ہی حکومت کے پیش نظر ثانوی جغرافیائی مقاصد بھی تھے جن میں جنوبی مقناطیسی قطب اور جنوبی جغرافیائی قطب کے نواحی علاقوں کا مطالعہ بھی شامل تھا۔ صدر کے الفاظ تھے کہ "اس شعبہ کے ارکان کو چاہیے کہ ایسے اقدامات کریں جن سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی حکومت کا دعوئ ملکیت ثابت ہو سکے مثلاً طیاروں سے تحریری دعوے زمین پر پھینکے جائیں، اور ان تحریروں کو غاروں میں محفوظ کر دیا جائے وغیرہ۔"

۱۹۳۹ء کے موسم خزاں میں برڈ کے دو جہاز "بیر" اور "نارتھ اسٹار" نامی وزارت داخلہ کا ایک سال خوردہ جہاز امریکہ سے روانہ ہو گئے۔ پناما سے برڈ "نارتھ اسٹار" پر سوار ہوا۔ سوار ہوتے وقت فوجی بینڈ نے اس کو نغمے کے ساتھ خدا حافظ کہا۔ جہاز پر ۶۵ اسکیمو کتے ایک بڑا طیارہ اور "سنو کروزر"

کی وجہ سے جگہ کی قلت کو دیکھ کر برڈ مسکرا دیا۔

اپنے عہدے کے باوجود اس سفر پر برڈ نے اپنے لئے کوئی امتیازی سلوک روا نہیں رکھا۔ ایک دن وہ عرشہ پر نانڈ رکھے کپڑے دھو رہا تھا۔ ایک ملاح اسے حیرت سے دیکھنے لگا۔ برڈ نے آنکھ مار کر پوچھا۔ "کیا آج تک کسی ایڈمرل کو کپڑے دھوتے نہیں دیکھا؟"

ملاح گھبرا کر ہکلاتے ہوئے بولا "جی نہیں جناب۔ میں نے تو اس سے پہلے کبھی ایڈمرل بھی نہیں دیکھا۔"

"نارتھ اسٹار" دسمبر کے آخر میں نیوزی لینڈ پہنچا۔ یہاں آکر برڈ نے طے کیا کہ انٹارکٹکا میں ایک دوسرے سے سترہ سو میل کے فاصلہ پر دو اڈے قائم کئے جائیں، اور مغربی اڈہ وھیلوں کھاڑی کے علاوہ کسی اور جگہ بنایا جائے۔ کیونکہ پچھلی مہم کے موقع پر وہاں سامان اتارنے میں بڑی دقت ہوئی تھی۔ مگر کھاڑی کے مشرق میں کوئی مناسب جگہ نہیں ملی اس لئے ناچار وہیں مستقر بنانا پڑا۔

یہاں لٹل امریکہ دوم کے قریب لٹل امریکہ سوم کی بنیاد رکھی گئی۔ لٹل امریکہ دوم برف میں دب کر تباہ ہو چکا تھا۔ جنوری ۱۹۴۰ء کی اس مہم کے سامنے سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ سنو کروزر کو برفانی دیوار پر کس طرح لے جایا جائے۔ اگرچہ یہ گاڑی امریکہ میں ہر امتحان میں پوری اتری تھی مگر براعظم قطب جنوبی میں ناکام ہو گئی برف کی پہاڑیوں پر یہ چڑھ ہی نہ سکی اور دو تین میل چل کر بےکار ہو گئی۔

مغربی مستقر کو اپنے قابل ماتحت ڈاکٹر پال اے سپل (Paul A. Siple) کی نگرانی میں چھوڑ کر برڈ مشرق کو چلا۔ ۱۹۲۸ء میں سپل کا انتخاب ان چھ لاکھ اسکاؤٹوں میں سے کیا گیا تھا جو برڈ کی پہلی مہم پر اس کے ساتھ جانے کے لئے ایک مقابلہ میں شریک ہوئے تھے۔ سپل، اس مقابلہ میں اول آیا تھا۔

مضبوط، دیو قامت سیل قطبین کے جغرافیہ کے ماہر اور سیاح کی حیثیت سے نام پیدا کر چکا اور اس کے لئے یہ انٹارکٹکا کا تیسرا سفر تھا۔

برڈ مشرق میں مستقر کے لئے ایک مناسب مقام تلاش کرنا چاہتا تھا۔ اور نئے علاقوں کی تفتیش بھی مدنظر تھی۔ مغربی مستقر سے برڈ "بیئر" میں سوار ہو کر چلا۔ راستہ میں جہاز اور طیارہ دونوں پر سے اس نے کئی مقامات دیکھے۔ امید یہ تھی کہ شارکوٹ جزیرہ پر کوئی مناسب مقام مل جائے گا۔ جس پر اب تک کسی انسان نے قدم نہیں رکھا تھا۔ مگر اس جزیرہ پر ٹھوس برف کی پٹی ملی جس کی وجہ سے یہ توقع پوری نہ ہو سکی۔ بہرحال برڈ نے مستقر کے لئے پامر راس (Palmer Peninsula) کا انتخاب کر لیا۔ یہ خشکی کی ایک پٹی ہے جو انٹارکٹکا سے جنوبی امریکہ کی جانب باہر نکلی ہوئی ہے۔ اس مستقر کے افسر اعلیٰ کی حیثیت سے رچرڈ بی۔ بلیک کا تقرر کر دیا گیا۔ بلیک دوسری مہم پر برڈ کے ساتھ آ چکا تھا۔

دونوں اڈوں کو ماہر اور لائق آدمیوں کے سپرد کر کے مارچ ۱۹۴۰ء میں برڈ ریاست ہائے متحدہ امریکہ لوٹ گیا اور اتنی دور سے بیٹھ کر اس نے ان دونوں نوآبادیوں کا انتظام و انصرام کرنا شروع کیا۔ برڈ کو اپنے کام کی دشواری کا جلد احساس ہو گیا کیونکہ دونوں آبادیوں پر یکے بعد دیگرے کئی مصیبتیں آئیں مثلاً ، رجون کو طویل سرمائی رات کے دوران مغربی مستقر میں آتش زدگی سے سارے اسکیمو کتوں کی جان خطرہ میں پڑ گئی۔ اس وقت درجہ حرارت ۵۰۔ درجہ فارن ہائیٹ تھا اور برف باری بھی شدید تھی۔ مگر مستقر کا عملہ جانوروں کی جانیں بچانے کی سر توڑ کوشش میں مصروف ہو گیا۔ آگ کے دوران مستقر کا برقی نظام بھی بیکار ہو گیا۔ ان پریشانیوں کے باوجود انتھک محنت اور بے پناہ جرأت سے

سارے کتوں کو بچا لیا گیا گو ان میں سے کئی بے ہوش ہو گئے تھے۔

۲۶ر جولائی کو بھی ایک المیہ ہوتے ہوتے رہ گیا۔ مغربی مستقر کا ایک فرد ہلکے لباس میں خودکشی کے ارادے سے اڈے سے نکل گیا۔ اب تک برڈ کی کسی مہم پر کسی انسانی جان کا زیاں نہیں ہوا تھا اس لئے اطلاع ملتے ہی برڈ نے حکم دیا کہ اس شخص کی تلاش امکانی طور پہ جاری رہے۔ چنانچہ دو روز تک تلاش جاری رہی پر اس آدمی کا سراغ نہ ملا۔ اس کے ساتھی اس کی طرف سے بالکل مایوس ہو چکے تھے کہ اچانک ایک دن وہ رینگتا ہوا پڑاؤ میں واپس آ گیا۔ اس کا سارا جسم شدید عرشہ سے جھٹکے کھا رہا تھا اور اتنی شدید پیاس لگی ہوئی تھی کہ گھنٹوں نہ بجھ سکی۔ وہ مرنے کے ارادہ سے نکلا تھا مگر راستہ میں زندہ رہنے کا فیصلہ کر لیا اور راستہ بھول جانے کے باوجود اس کی تقدیر اسے اڈے تک واپس لے آئی۔

ان دونوں اڈوں کے مکینوں نے کئی تفتیشی مہمیں سر کیں۔ ایک ٹولی نے کنکٹی کٹ کے برابر رقبہ کا ہوائی جائزہ مکمل کیا۔ اس طرح مجموعی پر کُل دس لاکھ مربع میل رقبہ کا تفصیلی جائزہ لیا گیا۔ ماہرین ارضیات نے تانبا، مولبڈنیم (Molybdenum) مینگانیز اور کوئلہ کے ذخائر دریافت کئے۔ دوسرے سائنس دانوں نے یہ پتہ چلایا کہ براعظم پر ڈھکی ہوئی برفانی چادر جو کہیں کہیں دو میل موٹی ہے حرکت کرتی رہتی ہے۔ یہ حرکت اس سطح مرتفع سے شروع ہوتی ہے جس پر قطب جنوبی واقع ہے اور چادر آتش فشاں کے لاوے کی طرح پہاڑوں اور وادیوں سے گزرتی ہوئی چار فٹ روزانہ کی رفتار سے سمندر کی طرف چلتی رہتی ہے یہاں تک کہ براعظم کے نزدیک ٹوٹ کر عظیم الجثہ تودوں کی شکل میں سمندر پر تیرنے لگتی ہے۔

پہلا سال ختم ہوتے ہوتے ان بستیوں کے آباد کار نئے طرز زندگی کے

عادی ہو گئے تھے۔ ٹولیاں جب سفر پر نکلتی تھیں تو برڈ کے احکام کے مطابق امریکی پرچم، دعوے کی تحریریں، کالنسی کے نشانات لے کر چلتی تھیں تاکہ امریکی دعوے کی نشان دہی ہو سکے۔ مثال کے طور پر مشرقی مستقر کے دو آدمی چوراسی دنوں میں بارہ۱۲ سو میل چلے۔

ان کارناموں پر خوش ہونے کے بجائے برڈ اندر ہی اندر گھلا جا رہا تھا۔ اس نے ضروریات کو جہاں تک ممکن تھا کم کر کے کانگریس سے صرف ڈھائی لاکھ ڈالر کی درخواست کی تھی تاکہ دونوں اڈے کم سے کم ایک اور سال تو کام کر سکیں۔ صدر روز ولٹ نے بھی اس کی حمایت کی مگر یورپ اور ایشیا دوسری عالمی جنگ کی لپیٹ میں آ چکے تھے لہٰذا کانگریس نے مزید رقم دینے سے انکار کر دیا تھا۔

کانگریس کے انکار کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکی انٹارکٹک سروس ختم کر دی گئی اور اس طرح براعظم قطب جنوبی میں ایک مستقل امریکی پروگرام چلانے کا جو منصوبہ برڈ کے ذہن میں تھا اس کی تکمیل عارضی طور پر ٹل گئی۔

گیارہواں باب

دوسری عالمی جنگ اور "اونچی پھلانگ"

جب ریاست ہائے متحدہ امریکہ براہ راست دوسری عالمی جنگ میں شریک ہوا تو اس وقت ایڈمرل برڈ کی عمر ترپن برس کی تھی لیکن اس نے صدر روزولٹ کو اپنی خدمات پیش کر دیں جو فوراً قبول کر لی گئیں صدر نے بعض اہم خفیہ کام برڈ کے سپرد کئے۔

برڈ نے جنگ کے دوران جو خدمات انجام دیں ان میں فوجیوں کے لئے سردی کے لباس کے سلسلہ میں مشوروں سے لے کر میدان جنگ کے معرکے تک شامل تھے۔ آرکٹک اور انٹارکٹک میں برڈ کا تجربہ اس قدر وسیع تھا کہ صرف وہی بتا سکتا تھا کہ مشینوں، لباسوں اور انسانوں پر سخت سردی کا کیا اثر ہوتا ہے۔ اس کو تجربہ سے معلوم ہو گیا تھا کہ ۵۰۔ درجہ فارن ہائٹ پر مٹی کے تیل کا لیمپ نہیں جل سکتا، ٹھنڈی دھات کو چھو لینے سے ہاتھ اس طرح جل جاتا ہے جیسے آگ سے جلتا ہے۔ اس نے "برڈ لباس" کے نام سے مشہور ہونے والا اوپر پہننے کا جو لباس تیار کیا اس سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ہلکے پھلکے کپڑے بھی سردی سے اتنی ہی حفاظت کر سکتے ہیں جتنے بھاری اونی یا سمور کے لباس۔ طیارہ سازوں سے برڈ ہمیشہ بہتر

سے بہتر طیارے بنانے پر اصرار کرتا رہا جن کی وجہ سے فوجی طیاروں کے ارتقا میں بڑی مدد ملی۔

برڈ کی قدر و قیمت دراصل اس لئے تھی کہ مشاہدہ، منصوبہ بندی اور جانبازی میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ اگست ۱۹۴۲ء میں امریکی بحری فوج نے گواڈل کنال پر حملہ کیا جہاں جاپانیوں نے زبردست قلعہ بندی کی ہوئی تھی۔ اس حملے سے بہت پہلے بحریہ کے اصرار پر برڈ خود ان جزیروں کا معائنہ کرنے گیا تھا۔ اسی دوران اس نے بحرالکاہل کے تیس سے زیادہ جزیروں کا جائزہ لیا جن میں سے بہتوں کا اس وقت تک کوئی نقشہ ہی موجود نہیں تھا۔

صدر روزولٹ نے برڈ سے اور بھی کئی کام لئے۔ ایک مرتبہ اس کو نیوزی لینڈ بھیجا گیا تاکہ وہاں کے جنگی پروگرام کو امریکی پروگرام سے ہم آہنگ کیا جا سکے۔ اس سفر سے واپسی پر صدر روزولٹ اور امریکی بحریہ کے سپہ سالار ایڈمرل ارنسٹ جے۔ کنگ (Ernest J. King) کے اصرار پر برڈ نے بحرالکاہل میں جنگ کا مکمل منصوبہ بنایا۔ اس نے خاص طور پر انٹارکٹکا کے علاقہ میں جنوبی امریکہ کے دکھن کی طرف واقع جزیرہ ڈسیپشن (Deception Island) پر ایک اڈا بنانے کی سفارش کی۔ یہاں دنیا کی بہترین بندرگاہوں میں سے ایک واقع تھی جس کے بارے میں برڈ نے بتایا کہ اس کو جرمن آبدوزیں بحرالکاہل اور بحراوقیانوس میں تیزی سے آنے جانے کے لئے استعمال کرتی تھیں۔

۱۹۴۴ء میں جب اتحادی فوجیں یورپ پر حملہ آور ہوئیں تو ایڈمرل برڈ کو فرانس بھیج دیا گیا تاکہ فضائی اور زمینی جنگ کے طریقے بہتر بنانے کے بارے میں مطالعہ کر سکے۔ ایک مرتبہ اس نے دشمن کے محاذ کے پیچھے ۲۵ میل تک نیچی پرواز کر کے جرمن فوج کی نقل و حرکت کا مشاہدہ کیا۔ طیارہ شکن توپیں آگ اگلتی رہیں

مگر برڈ اطمینان سے اپنا کام ختم کرکے صحیح سلامت واپس آگیا جب یورپ میں جنگ ختم ہوگئی تو وہ مشرق کی طرف چلا گیا۔ یہاں جاپان کے ہتھیار ڈالنے کے بعد برڈ نے اپنا آخری سرکاری فرض ادا کیا۔ اس نے ہیروشیما اور ناگاساکی میں اٹیم بم سے پھیلنے والی تباہی کا مطالعہ کیا۔

جنگ کا ہنگامہ ختم ہو جانے کے بعد اس کا براعظم قطب جنوبی کی طرف دوبارہ متوجہ ہو جانا بالکل قدرتی امر تھا۔ اس بار وہ بحریہ کے سکریٹری جیمس وی۔ فارسٹال اور بحریہ کے سپہ سالار ایڈمرل چسٹر ڈبلو نمٹز (Chester W. Nimitz) سے ملا اور ان کو ایک بڑی مہم براعظم قطب جنوبی بھیجنے پر آمادہ کرلیا برڈ نے اس سلسلہ میں یہ دلیلیں پیش کیں کہ جنگ کی وجہ سے بحریہ کے پاس بہترین قسم کے طویل پرواز کے طیارے، برف شکن جہاز اور کئی ایسی مشینیں موجود ہیں جو پانی اور خشکی دونوں پر چل سکتی ہیں کیوں نہ ان مشینوں اور جہازوں کی آزمائش براعظم قطب جنوبی میں کی جائے۔ آخر ان کے بیکار پڑے رہنے سے حاصل ؟ پھر جنگ میں فتح کے بعد امریکہ کے عالمی مقاصد کا دائرہ وسیع تر ہو گیا ہے اور انٹارکٹکا کی اہمیت بڑھ گئی ہے کیونکہ یہ ایشیا، افریقہ اور جنوبی امریکہ کے درمیان بحری اور ہوائی راستوں کے وسط میں واقع ہے۔

فارسٹال اور نمٹز ان دلیلوں سے جلد ہی قائل ہو گئے۔ انھیں بھی احساس ہو گیا کہ اب انٹارکٹکا ایک دور دراز خطہ نہیں رہا ہے بلکہ دفعتاً اس کی سیاسی اور فوجی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ ۲۶ اگست ۱۹۴۶ء کو انھوں نے ایڈمرل برڈ کو ایک حکم نامہ کے ذریعے انٹارکٹکا کی ایک نئی مہم کا سربراہ نامزد کیا۔ اس مہم کا نام پہلے تو "آپریشن پول والٹ" (Operation Pole Vault) رکھا گیا مگر جب کسی نے یہ اعتراض کیا کہ اس نام سے ایسا لگتا ہے جیسے امریکہ انٹارکٹکا

کو بزور شمشیر " فتح " کرنا چاہتا ہے تو نام بدل کر " آپریشن ہائی جمپ " (Operation High Jump) رکھ دیا گیا۔

حکم نامہ کے ذریعہ برڈ کو جو کام سونپا گیا تھا وہ بہت وسیع تھا۔ اس کو عملہ کو تربیت دینی تھی قطب جنوبی کے مخصوص حالات کے پیشِ نظر تمام ساز و سامان کا امتحان کرنا تھا، مختلف سائنسی تحقیقاتی پروگرام چلانے تھے جن میں موسم کے مطالعہ سے ارضی مقناطیسیت تک ہر چیز شامل تھی۔ اس کو یہ بھی معلوم کرنا تھا کہ آیا اس علاقہ میں بحریہ کے بڑے طیاروں کے لئے ہوائی اڈا بن سکتا ہے یا نہیں اور یہ بات خاص طور پر پیش نظر رکھنی تھی کہ اس ہوائی اڈا جیسے دوسرے اڈے گرین لینڈ میں کس طرح بن سکیں گے؟ مگر جو حکم برڈ کو سب سے زیادہ عزیز تھا وہ انٹارکٹکا کے زیادہ سے زیادہ علاقہ پر ریاست ہائے متحدہ امریکہ کی عملداری کا قیام، نفاذ اور توسیع کا فریضہ تھا۔

ایڈمرل برڈ کا پکا ارادہ تھا کہ آپریشن ہائی جمپ اسی سال شروع ہو جائے اسے یہ اندیشہ تھا کہ کہیں کانگریس اگلے سال اس مہم کے لئے رقم مختص نہ کرے۔ انٹارکٹکا میں فضائی پروازوں کے لئے نومبر اور دسمبر کا موسم بہترین ہوتا تھا جس کی وجہ سے برڈ کے پاس سامان اور آدمی جمع کرنے کے لئے بہت کم وقت تھا مہم کتنی بڑی تھی اسی سے اس کے کام کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

برڈ تیرہ جہاز اور چار ہزار دو سو آدمی انٹارکٹکا لے جانا چاہتا تھا۔ ان جہازوں میں ایک دیو پیکر " فلی پائن سی " نامی طیارہ بردار جہاز تھا۔ مہم میں " سینٹ " نامی آبدوز کو شامل کرنے کا ارادہ بھی تھا تاکہ برفانی سمندروں کے اندر آبدوز کے سفر کرنے کی اہلیت کا پتہ چل سکے۔ برڈ نے مہم کے سالار کی حیثیت سے اپنے لئے " موئنٹ اولمپس " (Mount Olypus) نامی

جہاز کا انتخاب کیا تھا جس کا مواصلاتی دفتر تین کمروں پر مشتمل تھا اور ان میں پچاس ریڈیو آپریٹروں کی گنجائش تھی۔ فضائی جائزہ کے واسطے چار ہیلی کاپٹر اور انیس طیارے ساتھ تھے۔ واقعی تاریخ میں انٹارکٹکا پر اس سے بڑا "حملہ" نہیں ہوا تھا۔

بہرحال کسی نہ کسی طرح برڈ نے سارے انتظامات مکمل کر ہی لئے اگرچہ خاصی تاخیر ہوگئی۔ دسمبر کے شروع میں مہم روانہ ہوئی۔ اس مرتبہ تفتیش کا راستہ صاف تھا۔ مہم کو تین حصوں میں بانٹ دیا گیا۔ دو بیڑوں کو حکم ملا کہ وہ مخالف سمتوں میں چلیں اور اس برِاعظم کے سولہ ہزار میل لمبے ساحل کا جائزہ لیں جو برڈ کے الفاظ میں "ایک حسنِ خوابیدہ کی طرح سحر زدہ آسمانی برِاعظم" تھا۔ اس اثنا میں برڈ کے مرکزی بیڑے کے چاروں جہاز وھیلوں کی کھاڑی کی طرف چلے جہاں لٹل امریکہ پنجم تعمیر کرنا تھا اور ٹھوس ناہموار برف کو کاٹ کر ہوائی اڈہ بنانا تھا اس ہوائی اڈے سے "اِسکی" لگے ہوئے طیاروں کو اڑا کر جدید ترین کیمروں کی مدد سے برِاعظم کے اندرونی علاقہ کی تصویریں لینی تھیں۔ ان کیمروں میں تین تین عدسے (Lens) لگے ہوئے تھے جن کی وجہ سے تصویروں میں اس سرزمین کا نشیب و فراز صاف نظر آتا تھا۔

سفر کے دوران کئی نازک مرحلے آئے۔ آبدوز "سینڈا" "برف کی سلوں کے نیچے سے گزرتے ہوئے جگہ جگہ سے اتنی دب گئی کہ اس کو کھینچ کر کھلے سمندر میں لے جانا پڑا۔ وھیلوں کی کھاڑی میں جو جہاز بھی پہنچا صحیح سالم نہ پہنچا۔ نارتھ ونڈ (Morthwind) نامی برف شکن جہاز کو جو حال ہی میں پتلی فولادی چادروں سے بنایا گیا تھا، خاص طور پر شدید نقصان پہنچا۔ دو طوفانی ہفتوں تک۔ برف کی سلوں سے سر مارنے کے بعد یہ بیڑا پار ہو سکا۔ بعض دن تو برف کی سلیں جہازوں کو دھکیل کر چھ میل بلکہ اس سے بھی زیادہ پیچھے لے جاتی تھیں اور جب یہ جہاز

ڈھیلوں کی کھاڑی میں آئے تو پتہ چلا کہ شگاف بند ہو چکا ہے اور کھاڑی غائب ہو گئی ہے۔ یہاں "نارتھ ونڈ" نے اپنے جوہر دکھائے اور تین دن میں ایک کروڑ پندرہ لاکھ ٹن ٹھوس برف توڑ ڈالی تاکہ دوسرے جہاز لنگر انداز ہو سکیں۔

ایڈمرل برڈ پینتیس ہزار ٹن وزنی طیارہ بردار جہاز فلی پائن سی پر سوار تھے۔ اس عظیم الجثہ جہاز پر بھی برڈ کو پوری طرح اندازہ ہو گیا کہ پتلی چادر کے طیارہ بردار جہاز کے لئے برف کے تودے اور سلیں اتنی ہی خطرناک ہیں، "جتنی چٹانیں" یہ طیارہ بردار جہاز کسی طرح برف کی سلوں کے درمیان چھ سو میل کا سفر کر کے لٹل امریکہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ لہٰذا برڈ نے براعظم کی تفتیش کے لئے ہوائی جہاز استعمال کرنے کا فیصلہ کیا

سوال یہ تھا کہ "کیا یہ ممکن ہے؟" طیارہ بردار جہاز پر جو طیارے تھے اتنے بڑے طیارے اس وقت تک کسی دوسرے جہاز پر کبھی نہیں رکھے گئے تھے۔ ان طیاروں میں کسی کو بھی طیارہ بردار سے کبھی آزمائش کے لئے بھی نہیں اڑایا گیا تھا پھر بڑے بڑے R - 4D طیاروں کے لئے اڑھائی ہزار فٹ کے رن وے کی ضرورت تھی۔ طیاروں کے پر اتنے چوڑے تھے کہ عرشے پر صرف چار سو فٹ کی لمبائی ہی کام آسکتی تھی۔

برڈ نے بڑی احتیاط سے حساب لگایا اور بتایا کہ جہاز پر سے طیاروں کو کامیابی سے اڑایا جا سکتا ہے۔ اگر طیاروں کے نیچے مخصوص راکٹ باندھ دیئے جائیں تو یہ چھوٹے رن وے سے بھی اڑ سکتے ہیں۔ طیارہ بردار کے کئی افسروں کو اس طریقہ کی کامیابی میں شک تھا مگر برڈ کو یقین تھا کہ یہ طریقہ ضرور کامیاب ہوگا۔

۲۹ جنوری ۱۹۴۷ء کو برڈ اور ڈگلس اسکائی ٹرین" (Douglas) Skytrain) طیارہ کے عملے کے افراد اپنے دوسرے ساتھیوں کو خدا حافظ کہتے ہوئے طیارہ پر سوار ہو گئے۔ جہاز کا رخ عرشہ کے وسطی خط سے ذرا ہٹا ہوا تھا تاکہ اگر طیارہ سمندر میں جا گرے تو طیارہ بردار کے نیچے نہ آجائے۔ برڈ نے حساب لگایا تھا کہ پرواز کے وقت

اگر "فلی پاٹن سی" کی رفتار تیس ناٹ فی گھنٹہ ہو تو طیارہ اچھی طرح اڑ سکے گا۔ طیارہ میں بیٹھے بیٹھے جب برڈ کو جہاز کے ارتعاش نے بتایا کہ رفتار ٹھیک ہے تو اس نے طیارہ کو اڑانے کا حکم دے دیا۔ برڈ نے اِن لمحات کا ذکر اس طرح کیا ہے "شروع میں تو ایسا لگا جیسے ہم عرشہ پر رینگ رہے ہیں اور کبھی بھی چار سو فٹ کے اندر بلند نہ ہو سکیں گے"۔ مگر جیسے ہی چاروں راکٹ ایک گرج کے ساتھ داغے گئے" میں نے دیکھا کہ عرشہ نیچے کی طرف دور ہوتا جا رہا ہے مجھے پتہ چل گیا کہ ہم کامیاب ہو گئے ہیں۔

آٹھ سو میل کی پرواز میں اور کوئی خطرہ پیش نہیں آیا سوائے اس کے کہ لٹل امریکہ پر طوفان آیا ہوا تھا اور جہاز اتارتے ہوئے خطرہ کا سامنا کرنا پڑا لٹل امریکہ اوّل سے نو میل دور برفانی دیوار کے سرے پر تین سو آدمیوں کے لئے خیموں کی بستی بنا دی گئی تھی۔ برڈ نے جب دیوار کو غور سے دیکھا تو پتہ چلا کہ لٹل امریکہ چہارم جلدی بہہ کر سمندر میں چلا جائے گا۔ یہاں کام مکمل کرنے کے لئے چھ ہفتہ سے زیادہ ٹھہرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی اس لئے خیمے اس جگہ سے ہٹائے نہیں گئے۔ چھ ہفتے کے بعد سردیاں اپنی تاریکیوں کے ساتھ آنے والی تھیں اور سردیوں میں خیمے بیکار تھے۔

برڈ کو اس سے بڑی مایوسی ہوئی کہ ۱۳ فروری تک پرواز کے لئے موسم مناسب نہ ہو سکا۔ اس تاخیر سے فضائی نقشہ بندی کے لئے وقت بہت کم رہ گیا مگر برڈ کو زیادہ سے زیادہ پروازوں کے ذریعہ کھوئے ہوئے وقت کی کمی پوری کرنے کی توقع تھی۔ برڈ نے تو ایک پر کے طیاروں میں پچیس ۲۵ پروازوں کا منصوبہ بنایا تھا مگر چار پروازیں زیادہ ہی ہو گئیں فوٹوگرافی کرنے والے طیاروں نے مجموعی طور پر دو سو بیس ۲۲۰ گھنٹوں کی پروازیں ساڑھے ستائیس ہزار میل طے کئے۔

پرواز کے دو ہفتوں کے دوران برڈ اور اس کے عملہ نے دو لاکھ مربع میل کا جائزہ لیا۔ اس نے اطلاع دی کہ ہم نے سیکڑوں پہاڑ اور سیکڑوں چوٹیاں ایسی

دیکھیں جو کسی انسان نے آج تک نہیں دیکھی تھیں۔ ان میں سے کچھ چوٹیاں پندرہ ہزار فٹ بلند ہیں۔ ایک نو دریافت پہاڑی سلسلہ کی بلندی کا اندازہ بیس ہزار فٹ لگایا گیا اور یہ دنیا کے بلند ترین پہاڑوں میں شامل ہو گیا۔ برڈ کی لی ہوئی ستر ہزار تصاویر سے براعظم کے تقریباً پورے بیرونی سرے کا نقشہ بن سکتا تھا۔"

برڈ کا یہ بھی ارادہ تھا کہ قطب جنوبی کے دوسری طرف کے علاقہ کو دیکھے۔ ۱۵ فروری کو رات کے تقریباً بارہ بجے برڈ لٹل امریکہ سے اس سفر پر روانہ ہوا سورج افق پر ایک سرخ گولہ کی طرح حرکت کر رہا تھا۔ نیچے ناہموار برف کی سطح سفید تھی جس پر نیلے اور سنہرے رنگ جھلک اٹھتے تھے۔ میلوں لمبے کھڈ گہرے کاسنی اور نیلے نظر آ رہے تھے۔ پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف نہیں تھی اور وہ یا تو سیاہ تھیں یا اینٹ کی طرح سرخ۔

کوئن موڈ رینج کے ایک گلیشیر سے گزرتے ہوئے طیارہ کا ایک انجن رک گیا مگر برڈ نے بڑے سکون سے اس انجن کا سلسلہ پٹرول کی دوسری ٹنکی سے ملا دیا اور انجن پھر چلنے لگا۔ موڈ رینج سے گزر کر جب برڈ قطبی سطح مرتفع پر آیا تو اس نے ۱۸۰ درجہ طول البلد پر سیدھے قطب کی طرف پرواز کرنی شروع کی۔ طیارہ کی بلندی تیرہ ہزار فٹ تھی مگر سطح مرتفع سے یہ صرف دو ہزار فٹ اونچا تھا۔ اس کی رفتار ایک سو تیس میل فی گھنٹہ تھی۔ اس بلندی پر آکسیجن کی کمی سے طیارہ کے عملہ پر برا اثر پڑا۔ وہ چلتے ہوئے لڑکھڑا جاتے اور گفتگو کرتے ہوئے الفاظ ان کے منہ سے واضح طور پر نہیں نکل پاتے تھے۔

چند گھنٹوں میں طیارہ قطب پر سے گزر گیا نیچے برف کی سفید سطح دھوپ میں سنہری ہو رہی تھی۔ برڈ نے موٹے کاغذ کا ایک ڈبہ نیچے گرا دیا جس میں اقوام متحدہ کے تمام ممبر ملکوں کے پرچم بند تھے۔ طیارہ اور سو میل تک انجانی سرزمین پر پرواز کرنے کے بعد لٹل امریکہ واپس ہو گیا۔ اس نے اطلاع دی کہ قطب کے اس پار وہ کوئی خاص نمایاں چیز نہیں

تھی صرف ایک سفید ویرانہ افق تک پھیلا ہوا تھا۔

۲۳ فروری کو ٹل امریکہ سے انخلا کرنا پڑا۔ طیاروں کو وہیں چھوڑنا پڑا کیونکہ ان کو وہاں سے نکالنے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ اگرچہ برڈ کو کوئی چیز ضائع کرنے سے نفرت تھی مگر اس کو پتہ تھا کہ مہم کے نتائج سے اس نقصان کی تلافی ہوگئی ہے۔

حکومت، برڈ کی طویل کوششوں کے بعد آخرکار انٹارکٹکا سے دلچسپی لینے لگی تھی۔ یہ سرزمین انسانوں اور مشینوں کی امتحان گاہ تھی، یہاں جو سائنسی تحقیقات ہو سکتی تھیں وہ کہیں اور ناممکن تھیں۔ اور سب سے بڑھ کر برڈ کو اس بات کا یقین تھا کہ ہد انٹارکٹکا میں عظیم خزانوں کا ذخیرہ موجود ہے۔ مگر ان سب سے زیادہ اس کو اس بات کی خوشی تھی کہ انٹارکٹکا کے زیادہ سے زیادہ علاقہ پر امریکہ کے دعویٰ ملکیت کا خواب اب اپنی عملی تعبیر سے بہت قریب تھا۔

بارھواں باب

آخری سفر

"آپریشن ہائی جمپ" سے واپسی کے فوراً بعد برڈ نے ہائی جمپ دوم نامی مہم کی بنیاد رکھ دی۔ اس نے کہا کہ ہائی جمپ اوّل سے تو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کو انٹارکٹکا کے ساحل کے بارے میں تفصیلی معلومات حاصل ہوئی ہیں، ہائی جمپ دوم سے برّاعظم کے اندرونی حصہ کے بارے میں انکشافات ہوں گے۔

بحریہ کے سکریٹری کے نام برڈ نے اپنے خط میں لکھا کہ "دنیا کی کوئی اور قوم یہ عظیم کام نہیں کر سکتی۔ اور اگر ہم نے کر لیا تو انٹارکٹکا کے زیادہ تر علاقہ پر ہمارا دعویٰ مُسلّم ہو جائے گا"

بحریہ بہت جلد ہائی جمپ دوم مہم پر آمادہ ہو گئی اور برڈ آدمیوں اور سامان کی تفصیلات طے کرنے میں لگ گیا۔ اس مہم کے لئے اس نے پچھلی مہموں کے تجربہ کار اور معتبر ساتھی اکٹھے کئے اور تیز رفتار طاقتور طیارے حاصل کر لئے

سارے جہاز تیار کھڑے تھے کہ برڈ کو یہ بھیانک "خبر ملی کہ صدر نے اخراجات میں کمی کرنے کی خاطر ہائی جمپ دوم کا پروگرام منسوخ کر دیا ہے۔" مگر اخراجات تو پہلے ہی ہو چکے ہیں!" برڈ نے کہا: "ہم نے سارا سامان خرید لیا ہے" بات تو ٹھیک

تھی مگر برڈ حکومت کو اپنا فیصلہ بدلنے پر آمادہ نہ کر سکا۔ بیتے دنوں کی طرح ایک بار پھر اسے کامیابی کے دروازہ سے مایوس لوٹنا پڑا۔

۱۹۴۸ء میں برڈ ساٹھ سال کا ہوگیا۔ ساری دنیا میں وہ امیر البحر، برعظم قطب جنوبی کے نام سے مشہور تھا۔ اب اس کو مزید مہم جوئی کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں تھی مگر برڈ کو اپنا مقصد حاصل کئے بغیر چین نہیں آسکتا تھا۔ اس کے رفقاء کو پہلی بار اس کی شدید محنت کی طرف سے فکر لاحق ہوگئی کیونکہ اس کی صحت دن بدن گرتی جارہی تھی۔

اس دور میں انٹارکٹکا، فرانس، برطانیہ، نیوزی لینڈ، ناروے اور آسٹریلیا ایک دوسرے کے دعوؤں کو اصولی طور پر تسلیم کر چکے تھے حالانکہ حدود کا تعین نہیں ہو سکا تھا، امریکہ کے دخول پر برہم اس طرح دکھا گیا کہ ان ملکوں نے بحرالکاہل کی جانب انٹارکٹکا کے مختصر سے علاقہ پر امریکی عملداری تسلیم کرلی۔ یہ علاقہ وہ تھا جہاں آج تک کوئی بحری جہاز نہیں پہنچ سکا تھا کیونکہ ساحل کے قریب برف کی سلیں بہت دبیز تھیں اور کبھی پگھلتی ہی نہیں تھیں۔

برڈ اپنی زندگی کے مقصد کو اس طرح فوت ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس نے حکومت کے مختلف افسران کو پکڑ پکڑ کر اس صورت حال کا کوئی حل تلاش کرنے کو کہا۔ آخر سنہ ۱۹۵۰ء کے شروع میں اس کی کوششیں کامیاب ہوگئیں اور امریکی وزارت خارجہ کو صورت حال کی سنجیدگی کا احساس ہونے لگا۔ افسران نے برڈ سے کہا کہ "انٹارکٹکا میں دس سالہ پروگرام کی ضرورت ہے۔ سب سے پہلے تو آپ ہمیں اپنی تمام کارگذاریوں اور دریافتوں کی تاریخ لکھ کر دیجئے، پھر ہائی جمپ دوم کے لئے آپ نے نقشہ بندی اور جائزہ کا جو منصوبہ بنایا تھا اسے مکمل کیا جائے گا۔"

برڈ خوش ہوگیا اور تفصیلات تیار کرنے لگا۔ انٹارکٹکا پر امریکی عملداری

کو نافذ کرنے کا یہ آخری) موقع تھا۔ آباد کاری کا وہ کام از سرِ نو شروع کرنا تھا جو ۱۹۲۸ء سے ۱۹۴۷ء تک امریکی انٹارکٹیکا مہم سر کر چکی تھی۔ برڈ تہیہ کر چکا تھا کہ اب انٹارکٹیکا پر امریکی علمداری کی راہ میں کسی چیز کو بھی حائل نہ ہونے دے گا۔ برڈ اپنے ملک کے لئے یہ براعظم ترکہ میں چھوڑ کر مرنا چاہتا تھا۔

یہ کام جاری ہی تھا کہ ایک اور پروگرام شروع ہو گیا جس کا اثر انٹارکٹیکا پر پڑا۔ یہ بین الاقوامی طبعی جغرافیائی سال یا آئی۔جی وائی (IGY) کا پروگرام تھا۔ طبعی جغرافیہ کے ماہرین جو زمین اور فضا کے طبعی خواص مثلاً آب و ہوا، فلکیات، مقناطیسیت، کشش ثقل، قطبی انوار (Avrora) روانی کرہ (Ionosphere) زلزلے اور کاسمی شعاعوں (Cosmic Rays) کا مطالعہ کرتے تھے ۱۹۵۷-۵۸ء میں سائنسی تحقیقات کا عالمی پروگرام شروع کرنے والے تھے۔ سائنسی تحقیقات کے لئے وقت کا یہ انتخاب اس لئے کیا گیا تھا کہ ان دنوں سورج پر شمسی طوفانوں سے شمسی داغوں (Sun Sports) کی تعداد بڑھنے والی تھی جس سے طبعی جغرافیائی مشاہدوں میں بڑی مدد مل سکتی تھی۔ چونکہ شمسی داغوں کا جتنا اثر قطبی علاقوں پر پڑتا ہے اتنا دنیا میں کہیں اور نہیں پڑتا اس لئے اس پروگرام میں انٹارکٹیکا کی بڑی اہمیت تھی۔

انٹارکٹیکا میں سائنسی تحقیق کرنے والوں کے لئے مستقر بنانے ضروری تھے۔ آئی جی وائی کے دوران بارہ قوموں نے انٹارکٹیکا میں اپنے اپنے مستقر بنانے کا ارادہ کیا تھا۔ صدر آئزن ہاور نے سرکاری طور پر برڈ کو امریکہ کے انٹارکٹک پروگرام کا سربراہ نامزد کیا جس کی رو سے برڈ کو صرف سیاسی پروگرام کی ہی نہیں بلکہ آئی جی وائی کے سائنسی پروگرام کی بھی سربراہی دے دی گئی۔ بحریہ کے چیف آف آپریشنز ایڈمرل آرلے برک (Arleigh Burke) نے لکھا کہ "برڈ

کو امریکہ کے ممتاز ترین کی حیثیت سے امریکہ کے انٹارکٹک پروگراموں کے تمام سیاسی، سائنسی قانونی اور علمی کاموں کی موثر نگرانی کرنی ہے۔

آئی جی وائی نے برڈ کے کام کو اور پیچیدہ تو کر دیا مگر چونکہ خود اسی نے انٹارکٹکا میں سائنسی تحقیقات کی ابتدا کی تھی اس لئے اس کی اہمیت کا پوری طرح احساس تھا۔ دوسری ایک بات یہ بھی تھی کہ آئی جی وائی کے لئے جو مستقر بننے والے تھے۔ وہ پروگرام ختم ہونے کے بعد مستقل امریکی اڈوں کی حیثیت سے استعمال ہو سکتے تھے۔

برڈ نے نہایت احتیاط سے اس پروگرام کی منصوبہ بندی شروع کی سارے پروگرام کو کئی مسلسل حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ پہلے حصہ ڈیپ فریز اول (Deep Freeze I) کی میعاد نومبر ۱۹۵۵ء سے مارچ ۱۹۵۶ء تک رکھی گئی۔ اس عرصہ میں آئی جی وائی کے چند امریکی اڈے بننے تھے اور پروگرام کے دوسرے حصہ ڈیپ فریز دوم میں جو مزید اڈے تعمیر ہونے تھے ان کا ساز و سامان اکٹھا کرنا تھا اس کے علاوہ وھیلوں کی کھاڑی سے چار سو میل مغرب کی طرف ساحل پر میکمرڈو ساؤنڈ (McMvRDo Sound) کے مقام پر بحریہ کے لئے ایک اڈا بنانا تھا۔ یہ جگہ جزیرہ راس پر انٹارکٹکا کے سب سے زیادہ عامل آتش فشاں ماؤنٹ اریبس (Mount ervbus) کے پاس تھی۔ یہیں سے کپتان اسکاٹ اپنی بدقسمت مہم پر روانہ ہوا تھا۔ اب یہاں بحریہ کا اڈا بن رہا تھا۔ عین قطب جنوبی پر آئی جی وائی کے لئے جو مستقر بننا تھا، اس کے لئے عملہ اور ساز و سامان اسی جگہ سے روانہ ہونا تھا۔

نومبر ۱۹۵۵ء میں ڈیپ فریز اول کے لئے مہم روانہ ہو گئی۔ برڈ طیارہ کے ذریعہ نیوزی لینڈ گیا جہاں امریکہ کا جدید ترین برف شکن جہاز "گلیشیر" اس کو میکمرڈو ساؤنڈ لے جانے کے لئے اس کا منتظر تھا۔ برڈ کے دوستوں نے دیکھا کہ ڈیپ فریز اول کی تیاریوں میں جو پریشانیاں رہی تھیں ان کی وجہ سے برڈ کی صحت

بگڑ گئی تھی۔ بال سفید ہو گئے تھے، گال دھنس گئے تھے اور وزن کئی پونڈ کم ہو گیا تھا۔ مگر برڈ کی نیلی آنکھوں کی چمک اور چال کا فوجی انداز قائم تھا۔

نیوزی لینڈ میں برڈ کا شاہانہ خیر مقدم کیا گیا۔ فضائیہ نے اس کے اعزاز میں بادوں سے اہتمام سے پریڈ کی مگر دعوتوں اور تقریبوں میں آدمیوں کے ہجوم نے اس کو جلد تھکا دیا۔ پھر برف کی سلوں کے درمیان سفر میں بھی تکان ہو گئی۔ دراصل گلیشیر کا پیندا گول تھا اور برف سے ٹکراتے ہوئے وہ اس بری طرح ہلتا تھا کہ اس پر جو لوگ سوار تھے کھلونوں کی طرح ادھر سے اُدھر لڑھکتے پھرتے تھے۔

میکمرڈو ساؤنڈ میں "گلیشیر" قاتل وھیلوں کے ایک گروہ کے قریب ہی لنگر انداز ہوا۔ مگر جب جزیرہ راس پر پڑاؤ بنانے اور خلیج میں جمے ہوئے برف آٹھ ہزار فٹ لمبا رن وے بنانے کے لئے آدمی جہاز سے اترے تو وھیلوں نے انھیں کچھ نہیں کہا۔ برڈ کے منصوبہ میں ایک محفوظ ہوائی اڈے کی بڑی اہمیت تھی کیونکہ جو بھاری طیارے نیوزی لینڈ سے دو ہزار میل کا سفر بغیر رکے طے کر کے آنے والے تھے ان کو ایک اچھے ہموار ہوائی اڈے کی ضرورت تھی۔ برڈ ہمیشہ کی طرح انسانی جانوں کی حفاظت کے لئے متفکر تھا چنانچہ اسے اطمینان اس وقت ہوا جب چار طیارے اپنی تاریخی پرواز مکمل کر کے بہ حفاظت اس اڈے پر اتر آئے۔

میکمرڈو کے علاقہ میں برڈ کو اپنے پیش رووں کی کئی نشانیاں ملیں جزیرہ راس پر اسکاٹ کا بنایا ہوا وہ مستقر اب تک اچھی حالت میں تھا جہاں سے وہ ۱۹۰۱ء کی مہم لے کر چلا تھا۔

انٹارکٹکا کی عجیب و غریب باتوں نے برڈ کو پھر چونکا دیا۔ اسکاٹ کی تیس مربع فٹ جھونپڑی کے پاس ایک رسی پڑی تھی جو ٹنگ رہی تھی۔ جھونپڑی

ہیں جن کیلوں سے تختے جوڑے گئے تھے ان پر زنگ کا نام و نشان نہیں تھا۔ سکاٹ کے ساتھی جو دیا سلائیاں چھوڑ گئے تھے وہ اب بھی آسانی سے جل اٹھتی تھیں۔ مگر سب سے عجیب نظارہ ایک برفستانی کتے کی لاش تھی جو جھونپڑی کے پاس ہی اس طرح کھڑی تھی کہ پہلی نظر میں یہ محسوس ہوتا تھا کہ جیسے یہ کتا ابھی سلیج کھینچنے لگے گا۔

جب میکمرڈو ساؤنڈ پر تجربہ کا مستقر اور ہوائی اڈا ابتدائی کام کرنے لگے تو برڈ وہاں سے لٹل امریکہ نجم کے پڑاؤ پر آیا جو چار سو میل دور مشرق کی طرف واقع تھا۔ اب یہاں وہیلوں کی کھاڑی نہیں تھی بلکہ ایک بلند اور ٹھوس برف کی دیوار کھڑی تھی۔ راستہ بند تھا مگر پرانی یادیں تازہ کرنے کے لئے برڈ ہیلی کاپٹر سے لٹل امریکہ اول دیکھنے گیا جہاں سے اس نے انٹارکٹکا پر پہلا حملہ کیا تھا۔ پڑاؤ درجنوں فٹ برف کے نیچے دبا پڑا تھا اور ۱۹۲۹ء میں جو ستر فٹ اونچے ریڈیائی مینار نصب کئے گئے تھے ان کا دس فٹ سے کم حصہ برف سے باہر نکلا ہوا تھا۔

اب وہیلوں کی کھاڑی تو تھی نہیں اس لئے لٹل امریکہ نجم کی تعمیر کائنان خلیج (Kainan Bay) پر کی گئی جو وہاں سے بیس میل مشرق کی طرف تھی۔ یہاں برڈ جہاز سے اتر کر پرچم کشائی کی پہلی تقریب میں شریک ہوا اس تقریب کے موقع پر اس کے جسم پر وہی لباس تھا جو اس نے اپنی پہلی مہم کے دوران استعمال کیا تھا۔ اپنے اس شعوری عمل کی وجہ سے برڈ ان ابتدائی دنوں اور موجودہ مہم کے درمیان ایک رشتہ اور رابطہ کا ترجمان بن گیا۔

برڈ میکمرڈو پہنچا تو ایک بری خبر اس کی منتظر تھی۔ بحری فوج کا ایک ہوا باز جو انٹارکٹکا کے اندرونی علاقوں کی نقشہ بندی پر مامور تھا جب قطب جنوبی پر پرواز کر کے واپس ہوا تو اس نے بڑے اصرار اور یقین کے ساتھ بتایا کہ قطب جنوبی پر برف اس قدر نرم اور گہری ہے کہ جو جہاز اترنے کی کوشش کرے گا دھنستا چلا جائے گا

یہ خبر سن کر برڈ کے عملہ کے اکثر لوگ پریشان ہو گئے۔ ان کی رائے تھی کہ اب قطب جنوبی پر مستقر بنانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بہرحال برڈ جانتا تھا کہ جب خود اس نے قطب جنوبی پر پرواز کی تھی تو برف نرم نظر نہیں آئی تھی پھر ایمنڈسن اور اسکاٹ دونوں پیدل ہی قطب تک پہنچے تھے۔ مگر عملہ کے شکوک کا ازالہ ضروری تھا اس لئے اس نے ایک بار خود پرواز کرنا ضروری سمجھا۔

برڈ کو امید تھی کہ وہ تاریخ کا پہلا طیارہ قطب جنوبی پر اتارے گا تاکہ سطح کا امتحان بھی کر لے اور سائنسی مشاہدات بھی مکمل کر لے تاکہ اس کے بعد جو لوگ قطب جنوبی پر مستقر بنانے آئیں ان کو آسانی ہو۔ مگر اس کے طیاروں میں اسکی تختے نہیں لگے تھے بلکہ پہیے تھے۔ برڈ اپنی اس کوتاہ اندیشی سے بڑا بددل ہوا کہ وہ اسکی تختوں والا طیارہ نہیں لایا تھا۔ اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا اس لئے قطب جنوبی پر پرواز پر ہی اکتفا کرنی پڑی۔ اس نے واپس آ کر بتایا کہ "قطب جنوبی ۱۹۲۹ء اور ۱۹۴۷ء کی پروازوں پر جیسا لگا تھا آج بھی ویسا ہی معلوم ہوتا ہے۔ وہاں اسکی تختے لگے ہوئے طیارے اتر سکتے ہیں۔"

۱۹۵۶ء کے موسم بہار میں وہ ڈیپ فریز اول سے فارغ ہو کر امریکہ واپس آ گیا اور ڈیپ فریز دوم کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔ یہ مہم اسی سال روانہ ہونی تھی اور اس کے عملہ کو آئی جی وائی کے اڈے چلانے تھے۔

برڈ کی صحت گرتی جا رہی تھی، مگر اس کو قطب جنوبی پر مستقر کے قیام اور کام کے مسائل نے الجھا رکھا تھا۔ قطب جنوبی پر درجہ حرارت ۱۳۰- درجہ فارن ہائٹ تک گر جاتا ہے اور سرمائی تاریکی چھ ماہ تک پھیلی رہتی ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ جگہ دو میل اونچی برفانی سطح مرتفع پر ہے جس کی وجہ سے آکسیجن کی مقدار

انسانی ضرورت کے مقابلہ میں بہت کم ہے۔ اگر سرمائی تاریکی کے دوران کوئی غیر معمولی حادثہ ہو جائے تو طیارے بھی مدد نہیں پہنچا سکتے۔ ان مسائل کی وجہ سے قطب جنوبی پر زندگی گزارنا ایسا ہی ہوگا جیسے انسان کسی دوسرے سیارہ پر رہ رہا ہو۔

اگر برڈ قطب جنوبی پر مستقر بنا کر اس کے مستقل کام کا آغاز کر دیتا تو یہ اس کی مہم جویانہ زندگی کا سب سے بڑا کارنامہ ہوتا مگر وہ اس مرتبہ انٹارکٹکا نہ جا سکا اور اس نے یہ ذمہ داری پال سپل پر ڈال دی جو انٹارکٹکا کی پانچ مہموں میں اس کا رفیق کار اور نائب رہ چکا تھا۔ "میں تو جا نہیں سکتا" اس نے سپل سے کہا: "اور میں تمھارے علاوہ کسی اور کو اپنی جگہ دینا پسند نہیں کرتا۔"

جب سپل رخصت ہوا تو اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اب وہ دوبارہ برڈ کو نہ دیکھ سکے گا۔ برڈ کی آنکھیں بھی خدا حافظ کہتے ہوئے نم ہو گئی تھیں۔

اس سال کے موسم خزاں میں ڈیپ فریز دوم کا پروگرام شروع ہو گیا۔ برڈ اس کی کارکردگی کی برابر خبر لیتا رہا مگر اس کی طاقت اب زیادہ تیزی سے ختم ہوتی جا رہی تھی۔

۱۱ مارچ ۱۹۵۷ء کو برڈ نے قطب جنوبی پر سپل کو پیغام بھیجا: "یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ تمام آدمی قطب جنوبی پر خیریت سے پہنچ گئے اور سامان بھی پہنچ گیا۔ اس شاندار کارنامہ میں مستقر کے تمام لوگوں نے جو کردار ادا کیا ہے اس پر میری طرف سے براہ کرم سب کو دلی مبارکباد پہنچا دیجیے۔"

اسی دن جب سورج بوسٹن کے مغربی افق پر ڈوب رہا تھا، برڈ اپنے بستر پر محو خواب تھا۔ اس کی بیوی اور چاروں بچے اس کے پاس کھڑے تھے۔ آخر شام کو چھ بج کر بیس منٹ پر اس کی جیالی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

قطب جنوبی پر اداس لوگوں کے ایک گروہ نے اس کے سوگ میں اپنے پرچم کو

سرنگوں کر دیا اور تیز جھنکارتی ہوئی ہوائیں، امرنگوں پرچم بڑی دیر تک پھڑپھڑا تا رہا۔ واشنگٹن میں صدر نے ایک قریبی دوست کی موت پر اظہار افسوس کیا۔ اور ساری دنیا میں لاکھوں انسان اس جری اور باہمت انسان کی موت پر افسردہ تھے جس نے انجانی سرحدوں کو اور زیادہ دور کے افقوں تک دھکیل دیا تھا۔

اس انوکھے انسان کی موت پر "نیویارک ٹائمز" نے لکھا کہ:۔

"دنیا میں ایسے لوگ بھی ہوتے ہیں جو اپنے ساتھ ساری دنیا کو لے کر آگے بڑھتے جاتے ہیں۔ جو نئے افق تخلیق کرتے ہیں اور جن کے نام تاریخ کے صفحات پر اس طرح ثبت ہو جاتے ہیں کہ مٹائے نہیں مٹتے۔ رچرڈ ای برڈ ان ہی انسانوں میں سے ایک تھا۔"

ہماری سائنسی مطبوعات

★ مشہور مسلمان سائنس داں	خواجہ جمیل احمد	4.00
★ مشہور سائنس داں خواتین	ترجمہ بیگم انیس خالد	3.00
★ آئن سٹائن	گلین وڈ	3.00
★ ایڈیسن	گلین وڈ	3.00
★ فاتح قطبین	ترجمہ محمد طارق محمود	3.00
★ کمپیوٹر کی کہانی	" اے ۔ کیو شکور	5.00
★ ایٹم کی کہانی	" خواجہ ضمیر علی	1.50
★ ایٹمی آبدوز کی کہانی	" خواجہ ضمیر علی	1.50
★ سائنس ماضی کی روشنی میں	" خواجہ ضمیر علی	1.50
★ راکٹ کی کہانی	" خواجہ ضمیر علی	1.75
★ رائٹ برادران	" خواجہ ضمیر علی	1.50
★ پلوں کی کہانی	" ادریس صدیقی	1.50
★ موٹر کی کہانی	" رضا احسن فاروقی	
★ انسان اور دشمن	" محمد احسن فرخی	
★ طبیعیات کیا ہے ؟	" صولت رضوی	
★ کیمیا نئی دنیا کا خالق	" فرید الدین قیصر	

اردو اکیڈمی سندھ کراچی